اشاعت نمبر: ۱۶۰

تدریب الافتاء جامعہ جمبوسر، سالِ دوم،

کے طلبہ کا سندی مقالہ

احکام الهبة

مرتب

مفتی محمد صدیق بن فیصل کڈی، متعلّم تدریب الافتاء، جامعہ جمبوسر

حسبِ ایماء وارشاد

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم

بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر

زیرِ نگرانی

مفتی فرید احمد کاوی

ناشر:

جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، ضلع بھروچ، گجرات، الہند

اشاعت نمبر: ۱۶۰

تدریب الافتاء جامعہ جمبوسر، سال دوم، کے طلبہ کا سندی مقالہ

احکام الھبۃ

مرتب

مفتی محمد صدیق بن فیصل کڈی، متعلّم تدریب الافتاء، جامعہ جمبوسر

حسبِ ایماء وارشاد

حضرت اقدس مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم

بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن جمبوسر

زیر نگرانی

مفتی فرید احمد کاوی

ناشر:

جامعہ علوم القرآن، جمبوسر، ضلع بھروچ، گجرات، الھند

- کتاب کا نام: **احکام الھبۃ**
- مرتب: مفتی محمد صدیق بن فیصل کڈی
  متعلّم تدریب الافتاء، جامعہ جمبوسر
- حسب ایماء وارشاد: حضرت مولانا مفتی احمد دیولوی صاحب دامت برکاتہم
  (بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن، جمبوسر)
- زیر نگرانی: مفتی فرید احمد کاوی، مدرس جامعہ علوم القرآن، جمبوسر
- سن اشاعت: رجب ۱۴۴۰ھ مطابق اپریل، ۲۰۱۹
- اشاعت نمبر: ۱۶۰
- ناشر: جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

JAMIA ULOOMUL QURAN, JAMBUSAR

AT.PO. JAMBUSAR. DIST : BHARUCH.

GUJARAT. INDIA. 392150

TEL : 02644-220786

jamiahjambusar@gmail.com

فہرست مضامین

افتتاحیہ

ہبہ، ایک انتہائی مخلصانہ، کریمانہ، مالکانہ؛ بابرکت تصرف کا نام ہے، اور قرآن کریم میں متعدد مقامات پر خالص خدائی انعام کے لیے ہی یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

ووھبنا له اسحق (انعام) **فوھب لی ربی حکما** (الشعراء) **ربنا ھب لنا من ازواجنا وذریاتنا قرة أعین** (الفرقان) **ھب لی ملکا لا ینبغی لأحد من بعدی** (ص) **ھب لنا من لدنک رحمة** (آل عمران)

قرآن کریم کی ان تمام آیات میں انبیاء کرام کی طرف سے جنابِ باری میں کسی خاص عطیہ کی طلب اور باری تبارک وتعالیٰ کی طرف سے خصوصی عطاء اور بخشش کا معنی واضح نظر آتا ہے۔

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہدیہ لینا اور دینا؛ دونوں کام بہت پسند تھے، اور حضرات صحابہ کرامؓ رضی اللہ عنہم کو آپس میں ہدیہ لینے دینے کی تلقین فرماتے تھے۔

بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو اس مخلصانہ عمل کو دعوتِ دین کے ایک بہترین ذریعہ کے طور پر بھی استعمال فرمایا ہے۔ حضرت صفوان بن امیہ بڑے قریشی سردار تھے، فتح مکہ تک مسلمان نہ تھے، فتح مکہ کے موقع پر بھی فرار ہو گئے تھے، پھر مسلمان ہوئے اور اسلام کی بڑی خدمات انجام دیں، مسلم شریف کی روایت میں ان کا واقعہ مذکور ہے: واللہ لقد اعطانی رسول اللہ ما أعطانی ،

وإنه لأبغض الناس إلى ، فما برِح يعطينى حتى إنه لأحب الناس إلى ـ

یہ واضح ہے کہ ہبہ کے مقاصد دوسرے کو خوش کرنا، امداد پہنچانا، محبت بڑھانا وغیرہ ہیں، اور فقہ وشرع کا عام قاعدہ ہے کہ کسی بھی انسان کا کوئی فعل حدودِ شرع سے خارج نہ ہو اور دو فریق کے درمیان طے پانے والا کوئی بھی مالی معاملہ رضا مندی پر مبنی ہو، اس لیے ایک مالی معاملہ ہونے کی حیثیت سے 'ہبہ' کے مخصوص فقہی احکام بھی ہیں جو فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں۔

ہبہ کے ایسے ہی فقہی احکام کو جمع کرنے اور اس کے واسطہ سے طالب علم کی فقہی تربیت کے مقصد کو مدنظر رکھتے ہوئے جامعہ کے تدریب الافتاء سال دوم کے طالب علم عزیزم مولوی مفتی صدیق کڈی (فاضل جامعۃ العلوم گڑھا، ہمت نگر، گجرات) کے سندی مقالہ کا عنوان 'احکام الھبۃ' طے کیا گیا۔

اور اب یہی مقالہ علماء اور طلبہ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

ناظرین سے درخواست ہے کہ اگر اس میں کوئی بات محل نظر ہو تو اصلاح سے متعلق ضرور مطلع فرمائیں گے اور اگر کچھ کام کی بات پہنچانے میں ہم کامیاب ہوئے ہیں تو دعا فرمائیں کہ اللہ تعالی جامعہ کی اس خدمت کو قبول فرمائے۔

دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی موصوف کی محنت کو اصابت واجابت سے نوازے اور ان کا علمی مستقبل روشن وتابناک بنائے۔ آمین۔

مفتی احمد دیولوی
بانی ومہتمم جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

تقریظ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اسلام ایک ایسے مثالی اور کامل معاشرہ کی تشکیل کو اہمیت دیتا ہے، جو اپسی محبت و مودت ، اتحاد و اتفاق، تعلق وارتباط اور سلوک اور رواداری کی مضبوط بنیادوں پر قائم ہو،حسن اخلاق کوکمال ایمان کا معیارقرار دینا، پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کا اہتمام کرنا، ہر مؤمن کے ساتھ خیر خواہی کا برتاؤ کرنا،صلہ رحمی کا التزام اور قطع رحم سے احتراز کا تأکد؛ وغیرہ احکام اس کی طرف غماز ومشیر ہیں۔

اسی جنس کا ایک حکم ہدیہ وتحفہ دینا، لینا بھی ہے،شریعت مطہرہ میں اسکی بڑی تاکید آئی ہے،حقوق جوار کی ادائیگی کے لیے پڑوسیوں کے یہاں کھانا بھیجنے کا حکم دیا گیا،اخوت ویگانگت کے اضافے کے لیے ”تھادو اتحابوا“ فرمایا گیا،آپسی ناچاکیوں کو دور ہونے کا ذریعہ شریعت نے ہدیہ کوقرار دیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ شرفاء قوم وملت،متبعین شریعت لوگوں کے یہاں ہدایا وتحائف کا بڑا رواج ہے۔

ہدیہ وتحفہ کی قدیم مروجہ صورتوں کے ساتھ ترقی پزیر اس زمانے میں اسکی اور بھی کئی صورتیں وجود میں آئی ہیں، نیز ہدیہ،نذرانہ،عقیدت ومحبت کے نام سے مختلف اداروں،تنظیموں اور کمپنیوں کی جانب سے اسکی مختلف اورنئی نئی صورتیں وجود میں آتی رہتی ہیں،جن میں سے بعض شکلیں ازروئے شرع ہدیہ نہ ہوکر کہیں حقیقت میں ربا تو کہیں رشوت یا کوئی اورناجائز صورت پر مشتمل ہوتی ہیں۔

ان احوال کے پیش نظر زمانہ کی ضرورت اور حالات کی پکارتھی کہ ہدیہ کی حقیقت، اسکی مختلف اشکال اور رائج الوقت صورتوں میں سے جائز وناجائز صورت کی تنقیح ہواوراسکے متعلق واضح حکم شرعی بیان کردیا جائے۔

وقت کی ضرورت کے پیش نظر جامعہ علوم القرآن، جمبوسر کے شعبۂ تدریب الافتاء سے فراغت پر امسال سندی مقالات کے عناوین مختلفہ میں ایک موضوع ''احکام الھبہ'' طے کیا گیااور یہ موضوع عزیزم مولوی مفتی صدیق کڈی (فاضل: جامعۃ العلوم، گڑھا) سلمہٗ کو سپرد کیا گیا، انہوں نے جامعہ کے استاذ گرامی اور ہمارے رفیق محترم مولانا مفتی فرید احمد صاحب کاوی زید مجدہٗ کی زیر اشراف وتربیت تیار فرمایا ہے، یہ ایک طالب علمانہ کوشش ہے، بندے کی کوتاہ فہم کے اعتبار سے موصوف نے موضوع سے متعلق مسائل، جزئیات اور جدید وقدیم مروج صورتوں کا احاطہ کرنے کی ایک کامیاب سعی فرمائی ہے۔ھذا ما عندی والعلم عنداللہ۔

اللہ تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو شرف قبول بخشے، زورِ قلم بڑھائے اور آئندہ ہمہ جہتی خدمات کے سلسلے میں باتوفیق فرمائے۔آمین۔

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و علی آلہ وصحبہ اجمعین۔

کتبہ: اسجد دیولاوی

۲۷/رجب،۱۴۴۰ھ

تمہید

ہدیہ اور ہبہ؛ انسانی آزادی کا مظہر ہے، یہ خدائی انعام کی دلیل ہے، خدائی انعام یہ ہے کہ اللہ تعالی نے انسان کو مال کا مالک بنایا ہے اور اس میں آزادانہ تصرف کی اجازت بھی دی ہے اور کسی کو کچھ ہدیہ دینا اور لینا، انسان کی تملیک و تصرف کی قابلیت کی واضح دلیل ہے۔ اسی طرح یہ انسانی رواداری کا نشان بھی ہے، کیوں کہ بلاعوض کسی کو کچھ دینا انسان کی فراخ دلی اور قلبی وسعت کے بغیر ممکن نہیں۔ اور اسی وجہ سے قرآنِ کریم میں اس کو ایمان، اقامتِ صلوۃ، اداءِ زکوۃ کی طرح مستقل اہلِ ایمان کی خصوصیت کے طور پر ذکر کیا گیا ہے، اللہ تعالی فرماتے ہیں:و آتی المال علی حبه الخ

ہبہ کرنے والے کے دل میں چاہے جو بھی مقصد ہوں، عوض کی امید ہو، ثواب کا جذبہ ہو، مکافات کی نیت ہو؛ مگر بلاعوض کوئی چیز دینا سامنے والے شخص کو یقیناً خوش کر دیتا ہے، حدیث شریف میں اسی وجہ سے ہدیہ دینے کو قلبی محبت کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ تهادوا تحابوا۔ ایک اور حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:تهادوا فإن الهدية تذهب وحر الصدر (ترمذی شریف)، ایک دوسرے کو ہدیہ دیتے رہو، اس لیے کہ ہدیہ دل کی کدورت اور ناراضگی ختم کر دیتا ہے۔

قرآن وحدیث میں صراحتاً اور دلالۃ ہبہ اور ہدیہ کی بڑی فضیلت وارد ہوئی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مال کو پسند نہیں کرتے تھے، سوال کرنا بھی پسند نہیں

کرتے تھے، دل کی طمع تو متصور ہی نہیں، پھر بھی ہدیہ کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لو دعيت إلى ذراع أو كراع لأجبت ولو أهدى إلى ذراع أو كراع لقبلت (بخاری شریف)

''اگر مجھے پنڈلی کے گوشت یا ران کے گوشت کی دعوت دی جائے تو میں قبول کروں گا اور یہ چیزیں کوئی ہدیہ دے اس کو بھی ضرور قبول کروں گا۔'' گویا 'ہدیہ' ایک ایسی مخلصانہ اور بابرکت چیز ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس کے قبول کرنے پر ہر وقت اپنی آمادگی ظاہر فرمائی ہے۔ اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انتہائی معمولی اور قلیل ہدیہ کی تحقیر کرنے سے بھی منع فرمایا ہے۔ لا تحقرن جارة لجارتها ولو فرسن شاة (ترمذی شریف)، یعنی عورتیں اپنی پڑوسن کو ہدیہ دینے میں بکری کو کھر کو بھی قلیل نہ سمجھیں اور نہ لینے والی عورت ایسے ہدیہ کو حقیر سمجھیں۔

فقہِ اسلامی میں بھی 'ہبہ' کو تبرعات کے زمرے میں شمار کیا گیا ہے، یعنی یہ ایسا فعل ہے جس پر کوئی جبر نہیں اور نہ ہی اس میں کوئی تاوان اور ضمان ہے۔ اس تبرع میں چوں کہ واہب کے علاوہ موہوب لہ کا بھی علاقہ ہوتا ہے، اس لیے شرعی طور پر یہ 'عقد' ہے، اور عقد ہونے کے اعتبار سے اس کے مستقل احکام ہیں۔ جو قرآن وحدیث سے مستنبط ہیں۔ گویا اس تبرع اور احسان کے لیے بھی شریعت نے ضوابط اور اصول متعین فرمادیے ہیں تاکہ نیکی وبھلائی کا یہ کام بھی شریعت کی مرضی اور منشا کے مطابق واقع ہو۔

چنانچہ حدیث اور فقہ کی تمام کتابوں میں 'ہبہ' کا بھی مستقل عنوان ہوتا ہے اور فقہاء کرام اس کے مفصل احکام اس ضمن میں بیان کرتے ہیں۔

ہبہ کے ان ہی فقہی احکام کو اس کے اصول وفروع اور جدید وقدیم شکلوں کے ساتھ جمع کرنے کی ذمہ داری سندی مقالہ کے طور پر جامعہ جمبوسر میں تدریب الافتاء سال دوم کے متعلم مولوی مفتی صدیق کڈی صاحب سلمہ (فاضل جامعۃ العلوم گڑھا) کو سپرد کی گئی تھی، الحمد للہ موصوف نے سال بھر کی دیگر تعلیمی ذمہ داریوں کی طرح اس ذمہ داری کو بھی بحسن وخوبی ادا کرنے کی کوشش کی ہے، اور اس موضوع پر بہترین موادفقہِ حنفی کے بنیادی ومعتبر مآخذ سے جمع فرمادیا ہے۔

اساتذہ کی نگرانی اور رہ نمائی کے باوجود یہ ایک طالب علمانہ کوشش ہے، بندے کی ادنی فہم کے مطابق موصوف اپنی محنت میں کامیاب ہوئے ہیں اور مفوضہ موضوع سے متعلق وافی شافی مواد انہوں نے جمع فرمادیا ہے۔اللہ تعالی اس کوشش کو قبول فرمائے، موصوف کے علمی وعملی مستقبل کو تابناک بنائے، مستقبل میں مزید علمی وعملی خدمات کی توفیق بخشے اور والدین اور مربیوں کی نیک دعاؤں کو ان کے حق میں قبول فرمائے۔آمین۔

فرید احمد بن رشید کاوی، مدرس جامعہ جمبوسر

۶، اپریل، ۲۰۱۹ء.۲۹ رجب المرجب، ۱۴۴۰ھ.

کلمات تشکر

باسمہ سبحانہ تعالیٰ۔

حمد وصلاۃ کے بعد! رب دوجہاں کا بے پناہ احسان وکرم ہے کہ اس نے اپنا خصوصی فضل فرماتے ہوئے اس ناکارہ کو علم دین کے حصول کے لئے قبول فرمایا، بالخصوص فقہ وفتاوی کے تعلم میں مشغول فرمایا۔ یہ عاجز اس نعمت کا شکریہ بجالانے سے قاصر ہے۔ اس موقع پر بندہ اپنے مشفق والدین، جمیع اساتذہ کرام و مربیان عظام اور جامعہ علوم القرآن جمبوسر کے بانی ومہتمم حضرت اقدس مولانا مفتی احمد صاحب دیولوی دامت برکاتہم العالیہ کا تہ دل سے شکرگزار ہے؛ کہ انہوں نے بندہ کی حصول علم دین کی پیش کش کو قبول فرما کر علمی وسائل کو فراہم کیا اور علمی لیاقت وصلاحیت کو پروان چڑھانے کی ہر ممکن فکر کی۔ اور آج جب کہ تدریب الافتاء کا زمانہ ختم ہورہا ہے، حضرتِ والا مدت فیوضہم نے میرے سندی مقالہ کو قبول فرماکر اس کو طبع کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ میں اپنی حیثیت سے واقف ہوں اس لیے کہہ سکتا ہوں کہ حضرت کا یہ احسان 'ذرہ نوازی' سے بھی کہیں زیادہ ہے، میں تو ان کے سامنے ذرہ بھی نہیں۔ اللہ جل شانہ ان ہی کے اخلاص کے طفیل اس کتاب کو قبول فرمائے اور حضرت والا کا سایہ عاطفت ہم پر تادیر قائم رکھے۔ (آمین)

اس ناکارہ کو تدریب الافتاء کی تکمیل کے طور پر ہبہ کے متعلق جدید وقدیم مسائل جمع کرنے کی ذمہ داری سپرد کی گئی تھی، میرے لیے یہ ایک ناقابل تحمل ذمہ داری ہوتی، اگر استاذ گرامی قدر حضرت الاستاذ مفتی فرید احمد صاحب کاوی زید مجدہ

کی رہ نمائی اورنگرانی میسر نہ ہوتی۔ نیز حضرت الاستاذ مفتیٔ جامعہ، مولانا مفتی اسجد صاحب دامت برکاتہم کا بھی شکر گزار ہوں کہ جو موقع بہ موقع قیمتی اور مفید مشورے سے نوازتے رہے، اور مقالہ کو قبول کرتے ہوئے اس کی تصویب فرمائی۔

اللہ تعالی تمام اساتذہ کو اپنی شایان شان بدلہ عنایت فرمائے، ان کے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے۔ اور دنیا و آخرت کی تمام قسم کی خیر و بھلائی سے نوازے۔ ان کے احسانات کے مقابلہ میں اس عاجز کے پاس شکر و دعا کے خالص الفاظ کے علاوہ کچھ نہیں۔ جزاء هم الله أحسن الجزاء فی الدارین۔

مقالہ کی کمپیوٹر کتابت میں مولانا ضیاء الدین صاحب کا مخلصانہ تعاون بھی قابل فراموش نہیں۔ اللہ تعالی مولانا کی محنت کو بھی قبول فرمائے۔ آمین۔

اپنی کم علمی اور کوتاہ نظری کا مجھے پورا احساس و اعتراف ہے، اس لیے اگر کوئی نقص اور کمی رہ گئی ہو، غلط بات تحریر ہوگئی ہو تو درگزر فرمائیں اور ناچیز کو اس سے آگاہ فرمائیں تو بصد امتنان قبول کروں گا۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کو احقر کے والدین نیز تمام اساتذہ و مشائخ کے لیے اور جملہ اعزا و اقارب کے لیے صدقۂ جاریہ و ذریعہ نجات بنائے۔ ریا و نمود اور خود پسندی سے حفاظت فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

والصلوة والسلام علی رسوله وعلی آله وصحبه اجمعین.

محمد صدیق بن فیصل کڈی

متعلم تدریب الافتاء، جامعہ علوم القرآن، جمبوسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

احکام الهبة

هبه کی لغوی و اصطلاحی تعریف

ہبہ: لغت میں کسی چیز کو غیر تک پہونچانے کا نام ہے تا کہ اس سے فائدہ اٹھایا جائے؛ چاہے مال ہو یا غیر مال ہو۔ اس کی اصل وھب ہے اور وھب (ہاء کے سکون اور حرکت کے ساتھ) مستعمل ہے، یہ معتل الفاء کلمہ سے ہے جیسے وعد، عدۃ ،وعظ، عظۃ وغیرہ، ان کلمات کے پہلے حرف کو حذف کر کے اخیر میں تاء بڑھائی جاتی ہے۔ فیقال : وھب له مالاً وھبا و ھبة، اسی طرح وھب اللّٰہ فلانا ولدًا صالحًا بھی بولا جاتا ہے۔

شئی موہوب کو ھبة اور موھبة بھی کہا جاتا ہے اور اس کی جمع ھبات اور مواہب بھی آتی ہے۔

اصطلاحِ فقہ میں: آدمی کا اپنی زندگی میں کسی کو بلاعوض اپنی کسی چیز کا مالک بنانے کا نام 'ہبہ' ہے۔

ثم إن الهبة في اللغة أصلها من الوهب، والوهب بتسكين الهاء وتحريكها، وكذلك في كل معتل الفاء كالوعد والعدة والوعظ والعظة فكانت من المصادر التي تحذف أوائلها ويعوض في أواخرها التاء، ومعناها: إيصال الشيئ إلى الغير بما ينفعه سواء كان مالًا أو غير مال، يقال وهب له مالًا وهباوهبة، ويقال: وهب اللّٰه فلانًا ولدًا

صالحًا ...... ويسمى الموهوب هبة وموهبة والجمع هبات ومواهب، ....

وأما في الشريعة فهي تمليك المال بلاعوض۔ (تكملة شرح فتح القدير: ۱۹/۹، مکتبہ زکریا)

خلاصہ یہ ہے کہ بتسكين الهاء و تحريكها یہ مصدر ہے، یعنی بلاعوض زندگی میں مالک بنانے کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ ایسی ہی تفصیل صاحب البحر الرائق، صاحب ہدایہ، صاحب تاتارخانیہ نے بھی تحریر فرمائی ہے۔ تبیین الحقائق میں بھی یہی بات مذکور ہے۔

کتب فقہ میں ہبہ کے لغوی اور اصطلاحی تعریف کے الفاظ تو مختلف ہیں، البتہ معنی کے اعتبار سے تقریبا تمام تعریفات یکساں ہیں۔ ذیل میں ہم مختلف تعریفات اختصار کے ساتھ ذکر کرتے ہیں:

قال صاحب البحرالرائق: الهبة لغة:التفضل على الغيربما ينفعه ولوغير مال واصطلاحًا: هي تمليك العين بلا عوض۔ (البحرالرائق: ٤٨٣/٧)

قال صاحب الهدايه: الهبة لغة: إيصال الشيءِ إلى الغير بما ينفعه سواء كان مالاً أو غيره. و فى الشرع : هو تمليك المال بلا عوض. (حاشية هدايه: ٢٨٥/٣)

و فى الفتاوى التاتارخانيه: الهبة لغة: هي التبرع بما ينتفع الموهب له. واصطلاحًا: تمليك العين بلا عوض. (تاتارخانيه: ٤١٢/١٤)

و فی تبیین الحقائق: الهبة لغة: هي التبرع والتفضل بما ينفع الموهوب له مطلقًا. واصطلاحًا: هي تمليك العين بلا عوض. (۴۸/۶)

فضائل هبه

ہبہ، وصیت، نصیحت، امداد باہمی، حسن معاشرت، حسنِ اخلاق وغیرہ؛ آپسی تعلقات اور محبت میں اضافے کے وہ طریقے ہیں، جن کی بڑی ترغیب و فضلیت قرآن وحدیث میں وارد ہوئی ہے۔

تمدنی زندگی میں لین دین کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اپنی کوئی چیز ہدیہ اور تحفہ کے طور پر کسی کو پیش کر دی جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ارشادات میں اس کی بڑی ترغیب دی ہے۔ اس کی یہ حکمت بھی بتلائی ہے کہ اس سے دلوں میں محبت والفت اور تعلقات میں خوشگواری پیدا ہوتی ہے، جو اس دنیا میں بڑی نعمت اور بہت سی آفتوں سے حفاظت اور عافیت وسکون حاصل ہونے کا وسیلہ ہے۔

ہدیہ وہ عطیہ ہے جو دوسرے کا دل خوش کرنے اور اس کے ساتھ اپنا تعلق خاطر ظاہر کرنے کے لیے دیا جائے اور اس کے ذریعہ رضائے الٰہی مطلوب ہو۔

یہ عطیہ اور تحفہ اگر اپنے کسی چھوٹے کو دیا جائے تو اس کے ساتھ اپنی شفقت کا اظہار ہے، اگر کسی دوست کو دیا جائے تو یہ ازدیاد محبت کا وسیلہ ہے، اگر کسی ایسے شخص کو دیا جائے جس کی حالت کمزور ہے تو یہ اس کی خدمت کے ذریعہ اس کی تطییب خاطر کا ذریعہ ہے اور اگر اپنے کسی بزرگ اور محترم کو پیش کیا جائے تو ان کا

اکرام ہے اور ''نذرانہ'' ہے۔

اگر کسی کو ضرورت مند سمجھ کر اللہ کے واسطے اور ثواب کی نیت سے دیا جائے تو یہ ہدیہ سے بڑھ کر صدقہ ہوگا۔ ہدیہ جب ہی ہوگا جب کہ اس کے ذریعہ اپنی محبت اور اپنے تعلق خاطر کا اظہار مقصود ہو اور اس کے ذریعہ رضائے الٰہی مطلوب ہو۔

(۱) قرآن کریم میں مختلف نعمتیں عطا کرنے کے معنی میں بار بار اس مادے کا استعمال ہوا ہے۔ مثلاً سورہ شوریٰ اولاد عطا کرنے کے معنی میں ہے:

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَ الْأَرْضِ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ إِنَاثاً وَ يَهَبُ لِمَنْ يَشَاءُ الذُّكُورَ (٤٩)

سورہ آل عمران میں اعطاءِ رحمت کے معنی میں ہے:

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَ هَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ . (٨)

سورہ شعراء میں اعطاءِ علوم نبوت کے معنی میں ہے:

فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ لِيْ رَبِّيْ حُكْماً وَ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ (٢١)

سورہ ص میں تفویض حکومت کے معنی میں آیا ہے:

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَ هَبْ لِيْ مُلْكاً لَّا يَنْبَغِيْ لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِيْ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ . (٣٥) (ماخوذ احکام و وقف و ھبہ)

حدیث شریف میں ھدیہ کی فضیلت

عن ابی ھریرۃؓ عن نبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال تھادوا فان

الهدية تذهب وحر الصدر ولا تحقرن جارة لجارتها ولو شق فرسن شاة۔ (رواه الترمذی: ۲/ ۳٤)

حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: باہم ہدیے دیتے لیتے رہو، اس لئے کہ ہدیہ سینہ کے کینہ کو دور کرتا ہے، اور ہرگز معمولی نہ سمجھے کوئی پڑوسن (کسی ہدیہ کو) اپنی پڑوسن کے لئے، چاہے وہ بکری کا کھر ہو۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں اپنے دوستوں میں سے کچھ لوگوں کو ایک صاع کھانے پر جمع کروں یہ مجھے بازار میں جاکر غلام خرید کر اسے آزاد کرنے سے بھی زیادہ پسند ہے۔ رواہ البخاری فی الادب۔ (کنزالعمال: حدیث:۲۵۹۷۲)

عزہ بنت ابی قرصافہ ابو قرصافہ سے روایت نقل کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ بھلائی کرنا چاہتا ہے، تو اس کے ہاں ہدیہ بھیج دیتا ہے۔ عرض کیا گیا: یارسول اللہ! یہ کیا ہدیہ ہے؟ فرمایا: یہ مہمان ہے، جو اپنا رزق ساتھ لے کر میزبان کے ہاں آتا ہے، پھر جب کوچ کرتا ہے تو گھر والوں کی مغفرت ہو چکی ہوتی ہے۔ رواہ ابونعیم۔

(کنزالعمال: حدیث:۲۵۹۷۳)

عن أبی هريرةؓ عن نبی صلی الله عليه وسلم قال لو دعيت إلی ذراع أو كراع لاجبت وأهدی الیّ ذراع أو كراع لقبلت۔ (رواه البخاری: ۱/ ۳٤۹)

حضرت ابوہریرہؓ نبی کریم ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں: اگر کوئی شخص بکری کے دست کی یا کھر کے ذریعہ میری دعوت کرے تو میں اس کو قبول کروں گا،

اور اگر کوئی مجھے بکری کا دست یا کھر ہدیہ میں دے تو میں وہ بھی قبول کروں گا، یعنی ہدیہ ہدیہ ہے، اس کی قدر کرنی چاہئے، معمولی ہدیہ بھی قبول کرنا چاہئے، یہی سنت ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں ہدیہ کو باعث محبت قرار دیا ہے،

عن أبی ھریرۃ رضی عن النبیّ صلی اللّٰہ علیہ و سلم قال: تھادوا تحابوا، رواہ البخاری فی "الأدب" (اعلاء السنن: ۱٦/۷۰)

پہلی مقدس کتابوں میں نبیٔ آخر الزمان کی علامات میں ایک علامت یہ بھی درج ہے کہ وہ ہدیہ قبول کریں گے اور صدقہ نہ لیں گے۔

ہدیہ حسنِ خلق، حسن معاشرت اور کرم کے باب سے تعلق رکھتا ہے۔ اس سے دلوں میں الفت و یگانگت پیدا ہوتی ہے (بشرطیکہ صرف مخلصانہ ہدیہ ہو، رشوت نہ ہو جس کے ساتھ اغراض نفسانی وابستہ ہوتی ہیں) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ کی جزاء دیتے تھے تاکہ آپ پر کسی کا احسان نہ رہے۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ ہمسایہ کا حق کیا ہے؟ اگر وہ تم سے مدد چاہے تو تم اس کی مدد کرو اور اگر وہ قرض مانگے تو اس کو قرض دو اور محتاج ہو تو اس کو کچھ دو، اگر بیمار ہو تو اس کی عیادت کرو۔ اگر مر جائے تو اس کے جنازہ کے ساتھ جاؤ اور اس کو خوشی ملے تو اسے مبارک باد دو، اگر تم میوہ خریدو! تو اس کی طرف بطور تحفہ بھیجو اور اگر یہ تم نہ کرو تو اس کو مخفی طور پر لاؤ (یعنی پھل کو) اور اس کو تمہارا بیٹا باہر نکل کر نہ کھائے تاکہ اس کی اولاد کو دکھ نہ پہنچے۔ (مظاہر حق جدید: ۵/۱۱۳)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو اسے اپنے مہمان کا اکرام کرنا چاہیئے۔الخ۔(مشکوۃ شریف)

عن أبی ھریرۃؓ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم من کان یومن باللّٰہ والیوم الاخر فلیکرم ضیفہ. الخ۔(رواہ مشکوۃ: ۳٦۸)

دورِقدیم ہی سے انسانی معاشرے میں انتقال ملکیت کے جومختلف طریقے رائج رہے ہیں، ان میں سے ایک رضا کارانہ طور پر اپنی ملکیت دوسروں کو سونپ دینے کا بھی ہے۔اسلام چونکہ باہمی بھائی چارے اور مہر و محبت پر بہت زیادہ زور دیتا ہے۔(الحجرات:۱۰)،اس لیے اس نے ان طریقوں پر خصوصیت سے زور دیا ہے،جن سے دوسروں کو بغیر عوض لیے اشیاء کا حق دار بنایا جاسکتا ہے،ان میں سے ایک اہم طریقہ ہبہ کا بھی ہے۔

اور بھی کئی احادیث ہیں جو ہدیہ اور ہبہ کے فضیلت اور ترغیب پر دلالت کرتی ہیں۔

مذکورہ بالا تفصیلات سے معلوم ہوا کہ ہدیہ اور ہبہ کا اسلام میں ایک عظیم درجہ ہے،جس کی ہر مسلمان کو لین دین کی کوشش کرنی چاہیئے، تاکہ آپس میں اتحاد و محبت پیدا ہو اور نفرت اور دشمنی سے محفوظ رہ سکے۔

احسان جتلانا اور صلہ میں احسان کرنا

ایک شخص جب کسی کو کوئی چیز بطور ہدیہ بھیجے یا ہبہ کرے یا صدقہ دے تو

زبان سے کوئی بات ایسی نہ کہنا چاہیے۔ نہ ایسا طرز عمل اختیار کرنا چاہیے جس سے احسان جتانا یا اس کا اظہار محسوس ہو۔ قرآن اور حدیث میں اس کی مذمت کی گئی ہے۔ قرآن میں ہے:

''اے ایمان والو! مت ضائع کرو اپنی خیرات، احسان رکھ کر، اور ایذاء دے کر، اس شخص کی طرح جو خرچ کرتا ہے اپنا مال لوگوں کے دکھانے کو اور یقین نہیں رکھتا ہے اللہ اور قیامت کے دن پر، سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے صاف پتھر کہ اس پر پڑی ہے کچھ مٹی، پھر برسا اس پر زور کا مینہ، تو کر چھوڑا اس کو بالکل صاف، کچھ ہاتھ نہیں لگتا ایسے لوگوں کے ثواب، اس چیز کو جو انہوں نے کمایا۔ اور اللہ نہیں دکھاتا سیدھی راہ کافروں کو۔ (بقرہ:۲۶۴)

حدیث میں کہا گیا ہے کہ: قیامت کے دن جو لوگ رحمت الٰہی کے سایہ سے دور ہوں گے، ان میں احسان جتانے والا بھی شامل ہے۔ غرض کہ صدقہ اور ہدیہ دیتے وقت نمود و نمائش یا احسان کرنے کا اظہار قطعاً نہ ہونا چاہیے؛ البتہ جس کو صدقہ یا ہدیہ دیا گیا اگر وہ بھی اپنی حیثیت اور طاقت کے مطابق اس کے بدلے کوئی تحفہ یا ہدیہ دے تو مستحسن ہے، لیکن اگر وہ اس کی قدرت نہیں رکھتا ہو تو کم سے کم اس کی تعریف اور اس کا شکریہ تو ادا کرنا چاہیے، اگر یہ بھی نہیں کیا تو احسان ناشناسی اور کفران نعمت کیا۔ (ابوداؤد و ترمذی)

ھدیہ کا بدلہ دینے میں آپ کا معمول اور آپ کی ھدایت

حضرت عائشہؓ روایت فرماتی ہیں کہ:

أنّ النبيّ صلى اللّٰه عليه وسلم كان يقبل الهدية ويثيب عليها.

(رواه ابو داؤد حديث: ۳۵۳۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ودستور تھا کہ آپ ہدیہ، تحفہ قبول فرماتے تھے اوراس کے جواب میں خود بھی عطا فرماتے تھے۔

مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی محبّ ومخلص ہدیہ پیش کرتا تو آپ خوشی سے قبول فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد: ''وهل جزاء الإحسان إلا الإحسان '' کے مطابق اس ہدیہ دینے والے کو خود بھی ہدیے اور تحفے سے نوازتے تھے (خواہ اسی وقت عنایت فرماتے یا دوسرے وقت) کہ آپ نے امت کو بھی اس طرز عمل کی ہدایت فرمائی ہے اور بلاشبہ مکارم اخلاق کا تقاضا یہی ہے، لیکن افسوس ہے کہ امت میں بلکہ خواص امت میں بھی اس کریمانہ سنت کا اہتمام بہت کم ہوگیا ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من أعطى عطاء فوجد فليجز بهٖ وَمن لّم يجد فليثن فإنّ من أثنىٰ فقد شكر ومن كتم فقد كفر ومن تحلّٰى بما لم يعطه كان كلابس ثوبى زورٍ۔ (ابو داؤد:۲/۲۳)

جس شخص کو ہدیہ تحفہ دیا جائے تو اگر اس کے پاس بدلہ میں دینے کے لیے کچھ موجود ہو تو وہ اسکو دیدے اور جسکے پاس بدلہ میں تحفہ دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو وہ بطور شکریہ کے اس کی تعریف کرے اور اس کے حق میں کلمہ خیر کہے جس نے ایسا کیا اس شکریہ کا حق ادا کردیا اور جس نے ایسا نہیں کیا اور احسان کے معاملہ کو چھپایا تو

اس نے ناشکری کی اور جو کوئی اپنے کو آراستہ دکھائے اس صفت سے جو اس کو عطا نہیں ہوئی تو وہ اس آدمی کی طرح ہے جو دھوکے فریب کے دو کپڑے پہنے۔

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی ہے کہ جس کو کسی محبّ کی طرف سے ہدیہ تحفہ دیا جائے۔ تو اگر ہدیہ پانے والا اس حال میں ہو کہ اس کے جواب اور صلہ میں ہدیہ تحفہ دے سکے تو ایسا ہی کرے اور اگر اس کی مقدرت نہ ہو تو اس کے حق میں کلمہ خیر کہے اور اس کے اس احسان کا دوسروں کے سامنے بھی تذکرہ کرے اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو بھی شکر سمجھا جائے گا۔ ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ''جزاک اللہ'' کہنے سے بھی یہ حق ادا ہو جاتا ہے۔ اور جو شخص ہدیہ تحفہ پانے کے بعد اس کا اخفا کرے، زبان سے ذکر تک نہ کرے ''جزاک اللہ'' جیسا کلمہ بھی نہ کہے تو وہ کفران نعمت اور ناشکری کا مرتکب ہوگا۔ (ماخوذ از احکام وقف و ہبہ)

وہ چیزیں جن کا ہدیہ قبول ہی کرنا چاہیے

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَن عُرِضَ عَلَيهِ رَيحَانٌ فلا يردُّهُ فإنَّهُ خَفِيفُ الْمَحمَلِ طَيِّبُ الرِّيحِ۔ (مسلم: ۲/۲۳۹)

جس کسی کو ہدیہ کے طور پر خوشبودار پھول پیش کیا جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کو قبول ہی کرے، رد نہ کرے؛ کیونکہ وہ بہت ہلکی اور کم قیمت چیز ہے اور اس کی

خوشبو باعث فرحت ہے۔

ترمذی کی ایک روایت میں ہے کہ جس کو خوشبودار پھول کا ہدیہ دیا جائے وہ واپس نہ کرے کیونکہ خوشبودار پھول جنت کا تحفہ ہے اور ترمذی شریف میں حضرت انسؓ کی روایت سے خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا یہ معمول بھی منقول ہے کہ 'آپ ﷺ خوشبو کا ہدیہ واپس نہیں فرماتے تھے'۔ (ترمذی: ۲/۱۰۷)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

ثلثٌ لا تردُّ: الُوسائد والدُّهُنُ واللّبن۔ (ترمذی: ۱۰۷/۲)

تین چیزیں (بالخصوص) ایسی ہیں جن کو رد نہیں کرنا چاہیے قبول ہی کر لینا چاہیے۔ تکیہ اور تیل اور دودھ۔ یہ تینوں چیزوں ایسی ہیں کہ دینے والے پر ان کا بار نہیں پڑتا اور جس کو دی جائے وہ ان کو استعمال کر کے ان سے یقیناً فائدہ اٹھاتا ہے، جس سے دینے والے کا جی خوش ہوتا ہے۔

الفاظِ هبه

جن الفاظ سے ہبہ واقع ہوتا ہے وہ تین طرح کے ہیں: (۱) وہ الفاظ جو لغۃ ہبہ کے لیے موضوع ہیں۔ (۲) وہ الفاظ جن سے ہبہ بطور عرف و دلالت کے واقع ہوتا ہے۔ (۳) وہ الفاظ جو ہبہ اور عاریت دونوں کے احتمال رکھتے ہیں۔

(۱) وہ الفاظ جن کا معنی موضوع لہٗ 'ہبہ' ہو۔ مثلاً: واہب یہ کہے کہ میں نے یہ شئی تجھے ہبہ کی یا تجھے اس کا مالک بنا دیا یا میں نے تیرے واسطے کر دی یا یہ شئی تیری

ہے یا میں نے تجھے عطا کی؛ یہ سب الفاظِ ہبہ ہیں، لہٰذا ہبہ درست ہوگا۔

(۲) وہ الفاظ جن میں ہبہ کا معنی عرفی اور مجازی معنی ہے۔ مثلا: واہب یہ کہے کہ میں نے تجھے یہ کپڑا پہنایا یا میں نے تجھے اس گھر میں آباد کردیا تو یہ بھی ہبہ ہے، اسی طرح اگر یوں کہا کہ میری عمر بھر یا میری زندگی بھر یا تیری زندگی بھر یہ گھر تیرا ہے پھر جب تو مرجائے تو یہ واپس ہوکر میرا ہوگا تو بھی ہبہ درست ہے، البتہ شرط باطل ہوگی۔

(۳) وہ الفاظ جو ہبہ اور عاریت دونوں کے احتمال رکھتے ہیں، مثلا: واہب یہ کہے کہ یہ گھر تیرے لئے بطور رقبی یا بطور حبس کے ہے اور موہوب لہ کے حوالہ کردیا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک عاریت ہوگا اور امام ابویوسفؒ کے نزدیک ہبہ ہوگا۔

وأما الألفاظ التي تقع بها الهبة فأنواع ثلاثة: نوع تقع به الهبة وضعا ونوع تقع به الهبة كناية وعرفا ونوع يحتمل الهبة والعارية مستويا، أما الأول فكقوله وهبت هذا الشيءَ لك أو ملكته منك أو جعلته لك أو هذا لك أو أعطيتك أو نحلتك هذا فهذا كله هبة،

وأما الثاني فكقوله كسوتك هذا الثوب أو أعمرتك هذه الدار فهو هبة كذا لو قال هذه الدار لك عمرى أو عمرك أو حياتى أو حياتك فإذا مت فهو رد عليّ جازت الهبة وبطل الشرط،

وأما الثالث فكقوله هذه الدار لك رقبى أو لك حبس ودفعها إليه فهي عارية عندهما وعند أبي يوسفؒ، هي هبة كذا في (محيط

السرخسي) (فتاوى هندية: ٤/ ٥٠٦)

تیسری قسم کے الفاظ کا قاعدہ ہے کہ معنی ہبہ کا احتمال رکھنے والے ان صیغوں کے ساتھ اگر ایسا لفظ استعمال کیا ہے جو عین کی تملیک کے معنی پر دلالت کرتا ہو تو اس صورت میں ہبہ کا معنی مراد لیا جائے گا، اور اگر ایسا لفظ استعمال کیا ہے جو تملیک منفعت کے معنی پر دلالت کرتا ہے تو عاریت کا معنی مراد لیا جائے گا۔

والأصل في هذه المسائل أنه إذا أتى بلفظ ينبئى عن تمليك الرقبة يكون هبة وإذا كان منبئا عن تمليك المنفعة يكون عارية وإذا احتمل هذا وذاك ينوى في ذلك كذا في المستصفى شرح النافع. (هندية: ٤/ ٥٠٦)

(۱) اگر کسی شخص نے کہا کہ: منحتك هذه الأرض أو هذه الدار أو هذه الجارية میں نے تجھے زمین یا گھر یا باندی دی تو یہ عاریت ہے، لیکن اگر ہبہ کی نیت کر دے تو ہبہ ہو جائے گا۔

لو قال منحتك هذه الأرض أو هذه الدار أو هذه الجارية فهي إعارة، إلا إذا نوى الهبة. (هندية: ٤/ ٥٠٨)

(۲) أطعمتك هذا الطعام أو أطعمتك هذه الأرض اطعام کی نسبت جب ایسی چیز کی طرف ہو جو خود کھائی جاتی ہے، جیسے اناج، گیہوں وغیرہ تو اس سے عین شئی کی تملیک مراد ہوتی ہے، پس مطلب یہ ہوا کہ میں نے تجھے اس چیز کا مالک بنا دیا؛ اسی کو ہبہ کہتے ہیں، اس کے خلاف اگر ایسی چیز کی طرف نسبت موجود ہو جو براہ راست نہیں کھائی جاتی، تو اس صورت میں اطعام کے معنی عاریت کے

ہوں گے اور مطلب یہ ہوگا کہ میں نے تجھے یہ زمین اس لئے دی کہ تو اس کو کاشت کر کے غلہ حاصل کرے اور وہ تیرے کام آئے۔

وینعقد الهبة بقوله أطعمتك هذا الطعام .... فلأن الإطعام إذا أضيف إلى مايطعم عينه يراد به تمليك العين بخلاف ما إذا قال أطعمتك هذه الأرض حيث يكون عارية لأن عينها لا يطعم فيكون المراد أكل غلتها. (هدایه: ۲۸۶/۳)

(۳) اگر کسی شخص نے کہا کہ: حملتك على هذه الدابة میں نے تجھے اس چوپایہ پر سوار کیا، تو یہ عاریت ہے، لیکن اگر ہبہ کی نیت کر دے تو ہبہ منعقد ہو جائے گا۔

ولو قال حملتك على هذه الدابة يكون عارية إلا أن ينوي الهبة. (هندية: ٥٠٦/٤)

(۴) اگر أطعمتك هذا الطعام کہہ کر اس کے ساتھ یہ بھی کہا کہ (فاقبضه) یعنی اس پر قبضہ کر لے تو یہ ہبہ شمار ہوگا اور اگر (فاقبضه) نہ کہا تو اس میں عاریت ہونے میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

ولو قال أطعمتك هذا الطعام فإن قال فاقبضه فهو هبة وإن لم يقل فاقبضه يكون هبة أو عارية فقد اختلف المشائخ فى شروحهم. (هندية: ٥٠٦/٤)

کوئی یوں کہے کہ میں نے آپ کو یہ کپڑا پہنایا، یا فلاں شئی آپ کے لئے کر دی، یا کوئی شخص یوں کہے کہ میں نے فلاں شئی تمہارے نام کر دی، تو صاحب

خلاصہ نے اپنے زمانہ کے عرف کے اعتبار سے اس کو ہبہ نہیں مانا ہے، لیکن قاضی خان نے اس تعبیر کو بھی ہبہ ہی مانا ہے، اور علامہ شامیؒ نے علامہ رملیؒ سے نقل کیا ہے کہ یہی ہمارے زمانے کے عرف کے مطابق ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ہندوستان وغیرہ میں بھی یہی عرف ہے کہ نام سے کرنا ہبہ ہی تصور کیا جاتا ہے۔

اصل میں جو الفاظ کسی شئی کے بلاعوض مالک بنانے کے مفہوم میں صریح نہیں ہیں، ان کی مراد عرف ورواج پر موقوف ہے، اگر اس علاقے کے عرف میں یہ لفظ اصل شئی کے مالک بنانے میں استعمال ہوتا ہو تو ہبہ سمجھا جائے گا؛ اور اگر وقتی طور پر استعمال کی اجازت اور عارضی طور پر صرف نفع کا مالک بنانے کے لئے بولا جاتا ہو تو یہ عاریت متصور ہوگا۔

اسلام سے پہلے 'عمریٰ' اور 'رقبیٰ' کے نام سے لین دین کی ایک صورت مروج تھی، حنفیہ کے نزدیک عمریٰ کا لفظ ہبہ کے لئے ہے اور رقبیٰ کا عاریت کے لئے۔

ولهذا قال في الخلاصة: لو غرس لابنه كرما إن قال جعلته لابني يكون هبة، وإن قال باسم ابني لا يكون هبة، ولو قال أغرس باسم ابني فالأمر متردد وهو إلى الصحة أقرب .... وفي المنح عن الخانية بعد هذا: قال جعلته لابني فلان يكون هبة، لأن الجعل عبارة عن التمليك..... وإن قال جعلته باسم ابني يكون هبة، لأن الناس يريدون به التمليك والهبة ..... وفيه أن مافي الخانية فيه لفظ الجعل وهو مراد به التمليك، بخلاف ما في الخلاصة....عرف الناس

التمليك مطلقًا۔ (شامی:۴۹۱/۸)

بغیر الفاظ کے ہبہ کی صحت

ہبہ کی لغوی واصطلاحی تعریف کے بعد ہبہ کے مختلف الفاظ کا بیان تھا، جن سے ہبہ صحیح ہوتا ہے، لیکن بعض صورتوں میں صحت ہبہ کے لئے الفاظ ہبہ کا تلفظ بھی ضروری نہیں ہے، بلکہ بغیر الفاظ کے بھی ہبہ صحیح ہوجاتا ہے، جبکہ کوئی ایسا قرینہ موجود ہو جو تملیک پر دلالت کرے، مثلاً کسی شخص نے کسی فقیر کو کوئی چیز دی اور اس فقیر نے اس پر قبضہ کرلیا اور ان دونوں میں سے کسی نے بھی کچھ نہیں کہا تو یہ ہبہ صحیح ہوجائے گا، اسی طرح کسی نے اپنی بیوی یا کسی دوسرے شخص کو کچھ دیا اور بیوی نے یا دوسرے شخص نے اس پر قبضہ کرلیا اور کسی نے بھی کچھ نہیں کہا تو یہ بھی شرعا ہبہ ہوگا جبکہ تلفظ کسی جانب سے بھی نہیں پایا گیا۔

قلت: فقد أفاد أن التلفظ بالإيجاب والقبول لا يشترط، بل تكفي القرائن الدالة على التمليك، كمن دفع لفقير شيئا وقبضه ولم يتلفظ واحد منهما بشيٍ، وكذا يقع في الهداية ونحوها فاحفظه، ومثله ما يدفعه لزوجته أو غيرها، قال وهبت منك هذه العين فقبضها الموهوب له بحضرة الواهب ولم يقل قبلت صح، لأن القبض في باب الهبة جار مجرى الركن فصار كالقبول۔(شامی:۴۹۰/۸)

ہبہ کے متقارب الفاظ اور فرقِ معانی

ہبہ، ہدیہ اور عاریت میں فرق

عاریت تملیک منفعت کو کہتے ہیں، یعنی عاریت میں دی گئی چیز سے مستعیر ایک متعین مدت کے لیے مستفید ہوتا ہے، اور متعینہ مدت کے بعد عین کی واپسی ضروری ہوتی ہے۔ جب کہ بطور ہدیہ، ہبہ یا صدقہ وغیرہ میں تملیکِ عین ہوتی ہے یعنی موہوب لہ کو چیز کا مالک بنا دیا جاتا ہے، اسی لیے ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینا پسندیدہ نہیں سمجھا جاتا۔

العارية جائزة وهى تمليك المنافع بغير عوض ...

والتمليك نوعان بعوض و بغير عوض، ثم الأعيان تقبل النوعين فكذا المنافع . (هدايه، كتاب العارية)

الفرق بين المن والهبة والإعتاق والمفاداة والبيع

صاحب اعلاء السنن مختلف الفاظ کے فرق کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

والفرق أن فى المن امتناعا من التملك إن لم يكن ثبت الملك للغانمين، أو فسخا للملك، ورفعا له إن كان ثبت بالقسمة، بخلاف الهبة، فإن فيه إثباتا لملك الغير برفع ملك نفسه بخلاف الإعتاق، فإن فيه إزالة الملك بعد ثبوته، لا رفعه من الأصل، وبهذا ظهر الفرق بين المفاداة والبيع، فإن البيع معاوضة المال بالمال تمليكا، وتملكا

بـالتـراضى، بخلاف المفاداة، فلايشترط فيه تمليك ولا تملك، وإنما هو تخليص واستخلاص، لأن المفاداة قد تقع بما ليس بمال كالحر، و قـديـكون بمال، والذى يفدى لايملك من يفديه، ألاترى أن عباسا فـأدى عـقيـلا فـى البدر ولم يملكه، والمشركون فأدوا أنفسهم، ولم يـكـن ذلك إعتـاقـا بالمال، بل امتناعا من التملك وردا لأنفسهم كما كـانـوا مـن قبـل، قـالـه بـعـض الأحباب، وقـد أحسـن وأجـاد وأصاب۔(اعلاء السنن: ۸۸/۱٦)

کہ 'من' یعنی دشمن کے قیدی یا مال کو واپس کرنے کا مطلب یا تو یہ ہوگا کہ ابتداء سے ہی اس پر ملکیت ثابت نہیں ہوتی، یا ملکیت تقسیم سے ثابت ہونے کے بعد فسخ یا ختم کی جاتی ہے، البتہ ہبہ میں اپنی ملکیت ختم کر کے غیر کی ملکیت ثابت کرنا ہوتا ہے، بخلاف اعتاق کہ اس میں اپنی ملکیت ثابت ہونے کے بعد ختم کرنا ہوتا ہے۔

مذکورہ تفصیلات سے مفاداۃ اور بیع کے درمیان فرق واضح ہو جاتا ہے۔یعنی بیع میں آپسی رضامندی سے مال کا تبادلہ مال سے یعنی تملیک وتملک ہوتا ہے، جب کہ مفاداۃ میں تملیک وتملک مقصود نہیں ہوتا بلکہ اس میں چھوڑنا اور چھڑوانا مقصد ہوتا ہے۔اسی لیے بسا اوقات مفادات غیر مال سے بھی واقع ہوتا ہے، مثلا آزاد کے بدلہ میں۔اسی فدیہ دینے والا مال فدیہ کا مالک ہو یہ بھی ضروری نہیں، جیسا کہ حضرت عباسؓ نے حضرت عقیلؓ کو بدر میں بطور فدیہ دیا تھا، لیکن وہ ان کے مالک نہ تھے۔اور مشرکین نے بھی اپنی ذات کا فدیہ ادا کیا حالانکہ اس کو اعتاق

بالمال نہیں کہا جائے گا بلکہ اپنے آپ پر دوسرے کا تملک واقع ہونے سے بچانا ہے اور اپنی ذات کو بدستور آزاد رکھنا ہے۔

ھبہ اور صدقہ کے درمیان فرق

ہبہ اور صدقہ کے مابین فرق کو واضح کرتے ہوئے حضرت مولانا ظفر احمد عثمانیؒ اعلان السنن میں فرماتے ہیں:

قال العبد الضعيف: إن الهبة والصدقة والهدية والعطية معانيها متقاربة، وكلها تمليك فى الحياة بغير عوض (فى الحال)، واسم العطية والهبة شامل لجميعها.

الفرق بين الصدقة والهدية:

والصدقة والهدية متغائران: فإن النبى صلى الله عليه وسلم كان يأكل الهدية ولا يأكل الصدقة، وقال فى اللحم الذى تصدق به على بريرة: "هو عليها صدقة ولنا هدية"۔ فمن أعطى شيئا يتقرب به إلى الله تعالى للمحتاج فهو صدقة، ومن دفع إلى أحد شيئا للتقرب إليه والمحبة له فهو هدية كما وقع التصريح به فى حديث عبدالرحمن بن علقمة، وجميع ذلك مندوب إليه ومحثوث عليه۔(اعلاء السنن:١٦/٧٠)

یعنی ہبہ، صدقہ اور ہدیہ، عطیہ قریب المعنیٰ ہے، اور ان کا حکم بلاعوض زندگی میں مالک بنا دینے کا ہے۔

پھر آگے فرماتے ہیں کہ صدقہ اور ہبہ میں ایک خاص فرق ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت خاصہ یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول کرتے تھے اور صدقہ کو قبول نہ کرتے تھے۔اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد حضرت بریرہؓ کے گوشت کے صدقہ کے بارےمیں منقول ہے کہ'ان کے لئے صدقہ ہے اور ہمارے لئے ہدیہ ہے'۔پس بہ نیت تقرب الی اللہ کسی محتاج کو کچھ دینے کا نام صدقہ ہے۔اور تقرب الی اللہ کی نیت کے ساتھ بندے کی محبت حاصل کرنے کے لیے کچھ دینا ہدیہ ہے۔ جیسا کہ عبدالرحمٰن بن علقمہؒ کی حدیث سے یہ بات صراحۃً معلوم ہوتی ہے۔

ہبہ اور إباحة کا فرق کا بیان

ہبہ نام ہے تملیک کا اور اِباحت نام ہے اجازت اور قدرت کا،اسی وجہ سے زکوۃ کی ادائیگی میں 'اطعام' اسی وقت درست ہوگا جب کہ بطریقہ تملیک اور ہبہ کے ہو،پس کوئی شخص فقیر کو زکوۃ کی نیت کر کے کھانا کھلائے تو زکوۃ ادا نہ ہوگی۔

اسی طرح مشاع چیز میں اباحت درست ہے،ایسے ہی بعض کے نزدیک مجہول میں بھی اباحت درست ہے،جیسا کہ خلاصہ میں مذکور ہے کہ کوئی شخص کسی سے کہے کہ تو میرے باغ میں داخل ہوکر انگور لے لے تو اس کے لئے ایک آدمی کے شکم شیر ہونے کی مقدار لینا جائز ہے۔اسی طرح کسی شخص نے اپنے باغ میں اذن عام کا اعلان کیا تو جو شخص بھی لے گا اس کے لئے ملکیت ہوگی۔

الفرق بين الهبة والإباحة:

فإن الهبة تمليك، والإباحة إذن وتمكين، ولذا لايكفي في الزكاة

الإطعام إلا بطريق التمليك والهبة، دون الإباحة، ولو أطعم الفقير عنده ناويا الزكاة لاتكفى (ردالمختار:۲/۱۰۰)۔ ويجوز إباحة المشاع عندنا، وكذا الإباحة مجهول من قوم معلومين، قال فى 'الخلاصة': رجل قال لآخر : أدخل كرمى وخذ من العنب، فله أن يأخذ قدر مايشبع به إنسان واحد، رجل قال: أذنت للناس فى تمر نخلى، ومن أخذ شيئا فهو له فبلغ الناس، وأخذوا من ذلك شيئا كان لهم ذلك. (٤٠٥/٤)(اعلاء السنن:٩١/١٦،٩٢)

ہبہ اور صدقہ کے حکم کا فرق

صدقہ اس حکم میں تو ہبہ کے مثل ہے کہ قبضہ کے بغیر صحیح نہیں ہوتا۔ کیونکہ دونوں ایک طرح سے تبرع واحسان ہے۔ پس مشترک چیز جو قابلِ قسمت ہو اس کا صدقہ جائز نہ ہوگا۔ دلیل وہی ہے جو ہبہ کے بیان میں گذر چکی کہ صدقہ کنندہ نے صدقہ کا قصد کیا ہے۔ بٹوارہ کا التزام نہیں کیا۔ اب اگر مشترک چیز کا صدقہ جائز رکھا جائے تو جس کو صدقہ دیا ہے وہ شریک ہو جائے گا۔ اور شریک جب بٹوارہ چاہے وہی خرابی لازم آئے گی جو ہبہ مُشاع کی تقسیم میں ہے۔

صدقہ اور ہبہ میں یہ فرق بھی ہے کہ ہبہ میں رجوع کرسکتا ہے۔ اور صدقہ میں رجوع نہیں کرسکتا؛ کیونکہ صدقہ کرنے سے حصولِ ثواب مقصود تھا اور وہ حاصل ہو چکا۔ پس یہ اس ہبہ کی طرح ہو گیا جس کا عوض دے دیا گیا ہو۔ یعنی جیسے فقیر کو صدقہ دینے کی صورت میں رجوع نہیں ہوتا، ایسے ہی کسی تونگر کو صدقہ دینے میں بھی رجوع نہیں کرسکتا۔ مگر یہ مبنی بر استحسان ہے۔ قیاس کی رو سے تونگر کو دیے گئے

صدقہ میں رجوع جائز ہونا چاہئے۔ چنانچہ ہمارے بعض اصحاب اسی کے قائل ہیں کہ غنی کو صدقہ یا ہبہ دینا دونوں برابر ہیں۔ یعنی دونوں میں رجوع جائز ہے۔ کیونکہ غنی کو دینے کا مقصد حصول عوض ہوتا ہے۔

قیاس کا خلاصہ یہ ہوا کہ فقیر کو ہبہ یا صدقہ جو دیا جائے وہ تقرب اور حصول ثواب کے لیے ہوتا ہے، اس لیے رجوع درست نہ ہوا اور تونگر کو ہبہ یا صدقہ جو کچھ بھی دیا جائے ،حصول عوض کی نیت سے ہوتا ہے اس لیے رجوع درست ہونا چاہیے۔

اور استحسان کا خلاصہ یہ ہوا کہ تونگر کو صدقہ دینے میں بھی کبھی حصول ثواب مقصود ہوتا ہے، اس لیے اس میں رجوع کی اجازت نہ ہوگی۔ اور فقیر کو ہبہ کرنے میں بھی کبھی حصولِ ثواب مقصود ہوتا ہے تو اس میں بھی رجوع درست نہ ہونا چاہیے۔

فصل فی الصدقة قال والصدقة كالهبة لاتصح إلا بالقبض لأنه تبرع كالهبة فلا تجوز فی مشاع يحتمل القسمة لما بينا فی الهبة و لا رجوع فی الصدقة لأن المقصود هو الثواب وقد حصل وكذلك إذا تصدق على غنی استحسانا، لأنه قد يقصد بالصدقة على الغنی الثواب وقد حصل وكذا إذا وهب لفقير لأن المقصود هو الثواب و قد حصل (ہدایہ: ۲۹۵/۳ ،مکتبہ بلال دیوبند)

ارکانِ ھبہ

ہبہ میں بحیثیت مجموعی تین باتیں پائی جاتی ہیں:

(۱) معطی کی طرف سے کوئی شی کے دینے کی پیشکش یعنی ایجاب،

(۲) جس کو دیا جارہا ہو اس کی طرف سے قبول

(۳) اور قبضہ۔

ہبہ ان تین افعال سے مرکب ہوتا ہے، البتہ یہ تینوں ہی چیزیں ہبہ کے ارکان ہیں؟ اس میں اختلاف ہے۔ حنفیہ میں امام زفرؒ کے نزدیک یہ تینوں ہی ہبہ کے رکن ہیں، جب کہ اکثر مشائخ کے نزدیک قبضہ ہبہ کے صحیح ہونے کیلئے شرط تو ہے، لیکن رکن نہیں۔ ایجاب ہبہ کا رکن ہے، اس پر سبھی حضرات متفق ہیں اور قبول کے رکن ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں بھی اختلاف ہے۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہیں کہ ہبہ میں 'قبول' کا رکن ہونا باعتبار قیاس ہے، جب کہ استحسان کا تقاضہ یہ ہے کہ 'قبول' رکن نہ ہو اور فقط ایجاب سے 'ہبہ' تام ہوجائے۔

علامہ کاسانیؒ نے اس کے بعد قیاس اور استحسان کی تفصیل ذکر کر کے استحسان کو راجح قرار دیا ہے، جس کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ: 'ہبہ' ایک شرعی 'عقد' ہے اور عقدِ شرعی کا اعتبار حکم کے مرتب ہونے پر ہے۔ چوں کہ بدون قبول ہبہ کا حکم مرتب نہ ہوگا، اس لیے ایجاب کی طرح قبول بھی رکن ہے۔

استحسان کی وجہ یہ ہے کہ لغۃً 'ہبہ' واہب کے اپنے اوپر ایجاب اور الزام کا

معنی دیتا ہے۔ موہوب لہ کا قبول اس کے اپنے حق میں حکم کے مرتب ہونے کے لیے ضروری ہے، واہب کے حق میں نہیں۔

مجلۃ الاحکام میں ہے: 'ہبہ ایجاب وقبول سے منعقد ہوتا ہے اور قبضہ سے مکمل'۔

أما ركن الهبة: فهو الإيجاب من الواهب.

فأما القبول من الموهوب له فليس بركن استحسانًا، والقياس أن يكون ركنًا وهو قول زفر، وفي قول قال: القبض أيضًا ركن، و فائدة هذا الاختلاف تظهر فيمن حلف لايهب هذا الشئ لفلان فوهبه منه فلم يقبل، أنه يحنث استحسانًا وعند زفر لايحنث مالم يقبل. (بدائع :١٦٢/٥)

وجه القياس: أن الهبة تصرف شرعي، والتصرف الشرعي وجوده شرعًا باعتباره وهو انعقاده في حق الحكم، والحكم لايثبت بنفس الإيجاب فلا يكون نفس الإيجاب هبة شرعًا، لهذا أمكن الإيجاب بدون القبول تبعًا۔ (بدائع :١٦٢/٥)

وجه الاستحسان: أن الهبة في اللغة عبارة عن مجرد إيجاب المالك من غير شريطة القبول، وإنما القبول والقبض لثبوت حكمها لا لوجودها في نفسها، فإذا أوجب فقد أتى بالهبة. (بدائع :١٦٢/٥)

فأما القبول والقبض ففعل الموهوب له فلايكون مقدور الواهب. (بدائع :١٦٣/٥)

وركنها الإيجاب والقبول، وإنما يحنث إن لو حلف لايهب فوهب ولم يقبل ..... وهو الإيجاب لا القبول لأنه فعل الغير. (الفتاوى التاتار خانية: ٤١٢/١٤)

وركنها: هوالإيجاب والقبول۔ (البحرالرائق: ٤٨٣/٧)

جاء في المادة (٨٣٧) من المجلة: تنعقد الهبة بالإيجاب والقبول وتتم بالقبض. (شرح المجلة المادة: ٨٣٧ ج:٣٤٤/٣)

صاحب ہدایہ نے 'کتاب الہبۃ' کی ابتداء میں ہبہ کے لیے ایجاب وقبول دونوں رکن گنوائے ہیں، البتہ کتاب الرہن میں فرماتے ہیں کہ:

قال: الرهن ينعقد بالإيجاب والقبول ويتم بالقبض، قالوا : الركن الإيجاب بمجرده لأنه عقد تبرع فيتم بالمتبرع كالهبة والصدقة. (هدايه: ٥١٧/٤)

فقہاء احناف کے درمیان قبول کے رکن ہونے اور نہ ہونے کے اختلاف کی وضاحت کرتے ہوئے شیخ وہبہ زحیلی فرماتے ہیں کہ واہب کے لیے فقط ایجاب رکن ہے اور نفس ایجاب سے واہب کی طرف سے ہبہ منعقد ہو جائے گا جب کہ موہوب لہ کے لیے ایجاب وقبول دونوں رکن ہیں، یعنی اس کے حق میں بدون قبول ہبہ منعقد نہ ہوگا۔

وأكثر شراح الحنفية على أن الهبة تتم بالإيجاب وحده في حق الواهب وبالإيجاب والقبول في حق الموهوب له لأن الهبة عقد تبرع فيتم بالمتبرع كالاقرار والوصية لكن لايملكه الموهوب له إلا

بالقبول و القبض. (الفقه الاسلامی و ادلته: ٦٧٩/٤)

ھبہ میں قبضہ کی شرعی حیثیت

علامہ کاسانی نے اپنی کتاب میں ایک قول قبضہ کی رکنیت کا بیان کیا ہے۔ البتہ صحیح یہ ہے کہ جس شخص کو ہبہ کیا جارہا ہو اس کی طرف سے قبضہ ضروری ہے، لیکن یہ رکن نہیں، حنفیہ اور شوافع کے نزدیک ہبہ کے تام اور لازم ہونے کے لئے قبضہ ضروری ہے اور اس کے بعد ہی اس پر اس شخص کی ملکیت قائم ہو سکے گی جس کو ہبہ کیا گیا ہے، اسی پر خلفاء راشدین وغیرہ کا اجماع بھی منقول ہے۔

مالکیہ کے نزدیک ہبہ کرنے والے کے ایجاب ہی سے جس کو ہبہ کیا گیا، اس کی ملکیت ثابت ہو جاتی ہے۔

وفي قول قال: القبض ایضا رکن۔ (بدائع: ١٦٢/٥)

اختلف الفقهاء فقال الحنفیه و الشافعیة القبض شرط للزوم الهبة حتی أنه لایثبت الملك للموهوب له قبل القبض. (الفقه الاسلامی وادلته: ٦٩٠/٤)

وفي الجملة فإن الخلفاء الراشدین وغیرهم اتفقوا علی أن الهبة لاتجوز إلامقبوضة محوزة. (الفقه الاسلامی وادلته: ٦٩١/٤)

والقبض لابد منه لثبوت الملك وقال مالك یثبت الملك فیه قبل القبض اعتبارًا بالبیع. (هدایه: ٢٨٦/٣)

ھبہ کے شرائط

ہبہ کی بعض شرائط کا تعلق نفس رکن سے ہے، بعض کا تعلق واہب سے ہے،

بعض کا موہوب سے اور بعض شرائط کا تعلق موہوب لہ سے ہے۔

وأما الشرائط فأنواع: بعضها يرجع إلى نفس الركن وبعضها يرجع إلى الواهب وبعضها يرجع إلى الموهوب وبعضها يرجع إلى الموهوب له۔ (بدائع: ١٦٨/٥)

رکن سے متعلق شرائط

ایجاب وقبول سے متعلق شرط یہ ہے کہ اس کو کسی ایسی بات کے ساتھ مشروط نہ کیا گیا ہو جس کے وجود اور عدم دونوں کا امکان ہو؛ جیسے کہا جائے کہ 'میں نے ہبہ کیا بشرطیکہ فلاں شخص آجائے'۔ نیز ہبہ کو کسی وقت کی طرف منسوب نہ کیا گیا ہو، جیسے کہا جائے 'فلاں مہینہ کی ابتداء سے ہبہ کیا' کیونکہ ہبہ فی الفور مالک بنانے کا نام ہے نہ کہ ایک مدت کے بعد۔

أما الأول: فهو أن لا يكون معلقا بماله خطر الوجود والعدم من دخول زيد وقدوم خالد والرقبى ونحو ذلك ولا مضافا إلى وقت بأن يقول وهبت هذا الشئي منك غدا أو رأس شهر كذا لأن الهبة تمليك العين للحال وأنه لايحتمل التعليق بالخطر والإضافة إلى الوقت كالبيع. (بدائع:١٦٨/٥)

واہب سے متعلق شرائط

ہبہ کرنے والے سے متعلق شرط یہ ہے کہ وہ تبرع کی اہلیت رکھتا ہو، یعنی عاقل وبالغ ہو، چنانچہ نابالغ اور پاگل کا ہبہ معتبر نہیں، اسی طرح باپ یا کسی بھی والی

کو یہ حق نہیں کہ وہ اپنے نابالغ بچہ کے مال کو ہبہ کرے۔

وأما يرجع إلى الواهب فهو: أن يكون ممن يملك التبرع لأن الهبة تبرع فلا يملكها من لا يملك التبرع، فلا تجوز هبة الصبي و المجنون لأنهما لايملكان التبرع لكونه ضررا محضا لايقابله نفع دنيوي، فلا يملكها الصبي والمجنون۔ ـــــ وكذا الأب لايملك هبة مال الصغير من غير شرط العوض بلا خلاف .(بدائع: ١٦٨/٥)

اشترط الفقهاء في الواهب أن يكون من أهل التبرع وذلك بأن يكون عاقلا بالغا رشيدًا وأن يكون مالكًا للشئى الموهوب. (الموسوعة الفهية: ١٢٢/٤٢)

صغیر کے مال میں ہبہ بالعوض کا حکم

امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک صغیر کے مال میں سے ولی کا ہبہ درست نہیں، خواہ عوض کے ساتھ ہو؛ کیوں کہ ہبہ بشرط العوض ابتداء میں تبرع ہے (یعنی قبضہ سے پہلے)، اور انتہاء میں بیع ہے (یعنی قبضہ کے بعد)۔ امام محمدؒ کے نزدیک ہبہ بالعوض چونکہ خرید وفروخت کے درجہ میں ہے، اس لئے باپ اپنے نابالغ بچہ کا مال عوض کی شرط پر ہبہ کرسکتا ہے۔

وإن شرط الأب العوض لا يجوز عند أبي حنيفة و أبي يوسف رحمهما الله وقال محمد رحمه الله: يجوز۔ (بدائع: ١٦٨/٥)

فإن شرط الأب العوض لم يجز عند أبى حنيفةؒ وأبى يوسفؒ لأن الهبة بشرط العوض تبرع ابتداء أي قبل القبض ثم تصير بيعًا

انتهاء أي بعد القبض والأب لايملك التبرع.

وقال محمد: تجوز الهبة من الأب بشرط العوض لأن ذالك فى معنى البيع والعبرة باتفاق المعنى۔ (الفقه الاسلامى وادلته: ٦٨٤/٤)

اسی طرح باپ اپنی ولایت میں موجود صغیر کے مال میں سے ہبہ بدونِ عوض کا اختیار نہیں رکھتا کیوں کہ یہ صغیر کے لیے ضررِ محض ہے اور باپ کی ولایت نفع اور مصلحت سے مقید ہے۔

وكذا الاب لايملك هبة مال الصغير من غير شرط العوض بلا خلاف لأن ولايته قاصرة على وجوه النفع والهبة تبرع فيه ضرر محض فلا يجوز منه۔ (الفقه الاسلامى وادلته: ٦٨٤/٤)

شئ موهوب كے شرائط

شی موہوب معدوم نہ ہو۔

(۱) ہبہ کرنے کے وقت وہ چیز ہبہ کرنے والے کے پاس موجود ہو، جو چیز ابھی موجود ہی نہ ہو اس کا ہبہ درست نہیں، جیسے کوئی شخص کہے کہ "امسال کھجور کے درخت پر جو پھل پیدا ہو وہ فلاں کو ہبہ ہے" یا "اس سال میری بکری کو جو بچہ ہو وہ ہبہ کیا" تو اس کا اعتبار نہیں، کیوں کہ ہبہ میں فی الحال مالک بنانا ہوتا ہے اور معدوم شئ کا مالک بنانا محال ہے۔

وأما مايرجع إلى الموهوب فأنواع: منها: أن يكون موجودا وقت الهبة فلا تجوز هبة ماليس بموجود وقت العقد بأن وهب مايثمر نخلة العام وما تلد أغنامه السنة ، لأن الهبة تمليك للحال

وتمليك المعدوم محال۔ (بدائع الصنائع:١٦٩/٥)

موہوب شرعاً 'مال' ہو

(۲) جس مال کو ہبہ کیا جارہا ہو وہ شریعت کی نگاہ میں قابل قیمت مال ہو، جو چیز شریعت کی نگاہ میں مال نہ ہو یا قابل قیمت مال نہ ہو، اس کا ہبہ درست نہیں، اسی لئے مردار، خون، سور وغیرہ کا ہبہ جائز نہیں۔

ومنها: أن يكون مالا متقوما فلا تجوز هبة ماليس بمال أصلاً كالحر والميتة والدم وصيد الحرم والإحرام والخنزير وغيرذلك على ماذكرنا في البيوع، ولا هبة ما ليس بمال مطلق كأم الولد والمدبر المطلق. (بدائع الصنائع:١٦٩/٥)

موہوب مالِ مباح نہ ہو

(۳) وہ مال فی نفسہ شخصی ملکیت کے دائرہ میں آتا ہو، جو چیزیں مباحاتِ عامہ میں سے ہوں، ان کا ہبہ درست نہیں، جیسے کوئی شخص کہے کہ ''میں فلاں دریا کا پانی ہبہ کرتا ہوں'' تو ایسے ہبہ کا کوئی اعتبار نہیں ہوگا۔ اس لئے کے ہبہ میں مالک بنانا ہوتا ہے اور غیر مملوک کا مالک بنانا محال ہے۔

ومنها: أن يكون مملوكا في نفسه فلا تجوز هبة المباحات لان الهبة تمليك وتمليك ماليس بمملوك محال۔ (بدائع الصنائع: ١٦٩/٥)

موہوب واہب کی ملکیت میں ہو

(۴) وہ شئی ہبہ کرنے والے کی ملکیت میں ہو، کیونکہ غیر کی ملکیت کا ہبہ اس

کی اجازت کے بغیر جائز نہیں ہوگا۔

ومنها: أن يكون مملوكا للواهب فلا تجوز هبة مال الغير بغير اذنه لاستحالة تمليك ماليس بمملوك۔ (بدائع الصنائع:۱۶۹/۵)

موہوب مقسوم ہو، مشاع نہ ہو

(۵) شئ موہوب مکمل واہب کی ملکیت میں ہو، پس قابل تقسیم مشترک چیز میں سے اپنا حصہ ہبہ کرنا درست نہ ہوگا، ہاں اگر کوئی چیز نا قابل تقسیم ہو جیسے: حمام، مٹکہ وغیرہ، اس میں مشترک ملکیت میں سے اپنے حصے کو ہبہ کیا جا سکتا ہے، یہ حنفیہ کا مذہب ہے، جب کہ مالکیہ، شوافع اور حنابلہ کے نزدیک مشاع یعنی غیر تقسیم شدہ شئ کو بھی ہبہ کیا جا سکتا ہے۔

ومنها: أن يكون محوزا فلا تجوز هبة المشاع فيما يقسم وتجوز فيما لا يقسم كالعبد والحمام، والدن، ونحوها وهذا عندنا و عند الشافعي: ليس بشرط وتجوز هبة المشاع فيما يقسم وفيما لا يقسم عنده. (بدائع الصنائع:۱۷۰/۵)

قابل تقسیم اشیاء میں مشاع کا ہبہ اس لیے درست نہیں کہ بدون تقسیم کے قبضہ ممکن نہیں، اس لیے بعض فقہاء نے کچھ ایسی صورتوں میں ہبہ درست قرار دیا ہے جن میں قبضہ متصور اور ممکن ہے، اور باوجود شیوع کے قبضہ متصور ہے۔ جیسے کہ ایک شریک دوسرے شریک کو ہبہ کرے تو چوں کہ نصف آخر کا شریک پہلے سے مالک ہے، پس بقیہ نصف موہوب پر اس کا قبضہ متحقق ہونے میں کوئی مانع نہیں، البتہ جمہور اس صورت میں ہبہ کو درست نہیں کہتے۔

لأنها لا تتم بالقبض فيما يقسم ولو لشريكه أو لأجنبی لعدم تصور القبض الكامل كما فی عامة الكتب فكان هو المذهب ، وفی الصيرفية عن العتابی : و قيل يجوز لشريكه وهو المختار . (در)

و فی الرد : (وهوالمختار) قال الرملی : وجد بخط المؤلف : يعنی صاحب المنح بإزاء هذا ما صورته : و لا يخفی عليك أنه اختلاف المشهور . (رد المحتار : ٤٩٥/٨)

مشترک چیز کے ہبہ کی دو صورتیں اور ان کا حکم

اگر دوآدمیوں نے ایک شخص کو اپنا مشترک مکان ہبہ کیا تو یہ جائز ہے، اگر ایک مکان ایک شخص نے دوآدمیوں کو ہبہ کیا تو امام صاحب کے نزدیک جائز نہیں ہے، جبکہ صاحبین کے نزدیک جائز ہے۔

وإذا وهب اثنان من واحد دارا جاز و إن وهب واحد من اثنين لم تصح عند أبی حنيفةؒ وقالا تصح.

(قدوری:۴۲۹،الاختیار:۵۶/۳،بیروت)

اس مسئلہ میں امام صاحب کا قول مفتی بہ ہے، صاحب ہدایہ فرماتے ہیں:

وله أن هذه هبة النصف من كل واحد منهما ولهذا لو كانت الهبة فيما لايقسم فقبل أحدهما صح ولأن الملك يثبت لكل واحد منهما فی النصف فيكون التمليك كذلك لأنه حكمه وعلى هذا الاعتبار يتحقق الشيوع۔ (هدايه: ۲۸۹/۳ ، مكتبه بلال)

امام صاحب کی دلیل یہ ہے کہ یہاں غیر معین اور غیر مقسوم شئ کا ہبہ کرنے

کی وجہ سے شیوع پایا گیا جو جواز ہبہ کے لئے مانع ہے اور قابل تقسیم اشیاء میں سے ہے، اس کے بر خلاف نا قابل تقسیم اشیاء میں شیوع ہوتا اور دونوں میں سے کوئی ایک قبول کر لیتا تو ہبہ صحیح ہو جاتا اور چوں کہ اس نے ہر ایک کو نصف حصہ ہبہ کیا ہے اس لئے ملکیت بھی ہر ایک کی نصف میں ثابت ہوگی۔ اور جب ملکیت نصف میں ثابت ہوئی تو تملیک بھی نصف میں ہوگی اس لیے کہ ملکیت تملیک کا حکم یعنی اثر ہے لہٰذا اس اعتبار سے شیوع پایا گیا جو کہ درست نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ واہب نے یہ گھر دونوں کو آدھا آدھا مشترکہ طور پر ہبہ کیا ہے لہٰذا ہر ایک اس گھر کے ہر جزو کے نصف حصہ میں شریک ہوگا لہٰذا اس موھوبہ دار میں شیوع پایا گیا اور قابل تقسیم شئی مشاع کا ہبہ جائز نہیں ہے۔

علامہ شامی فرماتے ہیں:

هبة المشاع فيما يقسم لاتفيد الملك عند أبى حنيفة ، وفى القهستانى : لاتفيد الملك ، وهو المختار كمافى المضمرات وهذا مروى عن ابى حنيفة وهو الصحيح ، شامى ٤٩٦/٨ زكريا

علامہ قاسم اپنی تصحیح میں فرماتے ہیں:

وان وهب من اثنين واحد لم يصح عند أبى حنيفة ،قال أبويوسف ومحمد : يصح ،وقد اتفقوا على ترجيح دليل الإمام ، واختار قوله أبوالفضل الموصلى وبرهان الأئمة المحبوبى وأبو البركات النسفى ، (التصحيح والترجيح ٢٨٦ بيروت)

یعنی اصحاب متون نے امام صاحبؒ کے قول کو ترجیح دی ہے۔

ورجح أيضا قول الإمام في اللباب، ۱۷٤/۲ مكتبه علميه بيروت
(القول المختار فی مسائل القدوری والاختیار: ۳۱۱-۳۱۲)

مشترک و مشاع کے ہبہ میں فقہ اکیڈمی کا فیصلہ

البتہ اسلامک فقہ اکیڈمی، انڈیا کے تیئسویں سیمینار (بمقام جمبوسر، گجرات) میں مشاع کا ہبہ اس شرط کے ساتھ جائز قرار دیا ہے کہ اگر اس کی تقسیم اور قبضہ کے سلسلے میں واہب اور موہوب لہ کے درمیان کوئی نزاع نہ ہو تو ہبہ درست ہے۔
(نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ۲۲۹، اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا)

موہوب فارغ غیر مشغول ہو

(٦) یہ بھی ضروری ہے کہ جو چیز ہبہ کی جارہی ہو، وہ غیر موہوبہ شئی کے ساتھ مشغول نہ ہو، پوری طرح فارغ ہو، جیسے ایسا کھیت ہبہ کرے جس میں ہبہ کرنے والے کی کھیتی لگی ہو، یا درخت ہبہ کرے اور ہبہ کرنے والا پھل پر اپنی ملکیت باقی رکھے، تو یہ ہبہ درست نہیں۔

ومنها: أن لا يكون الموهوب مشغولا بما ليس بموهوب لأن معنى القبض وهو التمكن من التصرف في المقبوض لايتحقق مع الشغل وعلى هذا يخرج ما إذا وهب دارا فيها متاع الواهب وسلم الدار إليه أو سلم الدار مع ما فيها من المتاع فإنه لايجوز لأن الفراغ شرط صحة التسليم والقبض ولم يوجد. (بدائع: ١٧٨/٥)

موهوب له سے متعلق کے شرائط

فقہاء کرام نے موہوب لہ کے متعلق یہ شرط لگائی ہے کہ وہ شئی موہوب کی

ملکیت کا اہل رکھتا ہو؛ اگر موہوب لہ عاقل، بالغ ہے تو ہبہ پر قبضہ کرنے سے وہ مالک بن جائے گا اور ہبہ درست ہو جائے گا۔ اور اگر قبضہ کرنے کا اہل نہ ہو تو واہب کا ہبہ تو صحیح ہوگا؛ البتہ موہوب لہ صغیر کا ولی اس کی طرف سے قبضہ کرے گا، تو موہوب لہ مالک بنے گا اور ہبہ مکمل ہوگا۔

يشترط الفقهاء في الموهوب له أن يكون أهلا لملك مايوهب له فإن كان الموهوب له عاقلا بالغا فإنه يقبض الهبة، أما إذا لم يكن من أهل القبض فإن الهبة له صحيحة لكن يقبض عنه من يصح منه القبض من ولي وغيره. (الموسوعة الفقهية: ١٢٥/٤٢)

علامہ کاسانیؒ نے موہوب لہ میں قبضہ کی اہلیت کا ہونا بھی بیان کیا ہے اور وہ عقل ہے، چنانچہ مجنون کا قبضہ جائز نہیں ہوگا اور وہ صبی بھی جو عقل نہ رکھتا ہو۔ بہر حال بلوغ کا ہونا استحساناً شرط نہیں، موہوب لہ اگر صبی عاقل ہے تو اس کا قبضہ درست ہے۔ قیاساً بلوغت شرط ہے، یعنی عقل مند صبی کا قبضہ جائز نہیں ہوگا۔

قیاس کی وجہ یہ ہے کہ قبضہ ولایت کے باب میں سے ہے اور بچہ خود اپنی ولایت کا اہل نہیں جیسا کہ بیع وغیرہ۔

استحسان کی وجہ یہ ہے کہ ہبہ کا قبضہ خالصتاً نفع بخش تصرفات کے قبیل سے ہے لہٰذا عقل مند نابالغ بچہ اس کا اختیار رکھتا ہے، جیسا کہ اس کے ولی اور دیگر لوگ بھی اس طرح نفع بخش تصرفات کا اختیار رکھتے ہیں۔

ومنها أهلية القبض وهي العقل فلا يجوز قبض المجنون و الصبي الذي لايعقل وأما البلوغ فليس بشرط لصحة القبض

استحسانا فيجوز قبض الصبي العاقل ماوهب له والقياس أن يكون شرطا ولايجوز قبض الصبي وإن كان عاقلا وجه القياس أن القبض من باب الولاية ولا ولاية له على نفسه فلا يجوز قبضه في الهبة كما لايجوز في البيع.

وجه الاستحسان: أن قبض الهبة من التصرفات النافعة المحضة فيملكه الصبي العاقل كما يملك وليه ومن هو في عياله۔ (بدائع الصنائع: ۱۸۰/۵)

ہبہ میں قبضہ کی شرط اور قبضہ کی صورتیں

اصالۃ قبضہ اور نیابۃً قبضہ:

(۱) بطریق اصالۃ قبضہ کی تفصیل یہ ہے کہ جو شخص صاحب عقل ہو وہ اصالۃ قبضہ کر سکتا ہے، لیکن صبی غیر ممیّز اور مجنون کا قبضہ جائز نہ ہوگا، بلوغ کی شرط استحسانا صحت قبضہ کے لئے ضروری نہیں، چنانچہ صبی عاقل ممیّز کا ہبہ پر قبضہ کرنا جائز ہوگا۔

قیاسا قبضہ کی صحت کے لیے بلوغ شرط ہے اور یہی رائے غیر حنفیہ کی ہے، کیوں کہ قبضہ ولایت کے قبیل سے ہے اور صبی کو خود اپنے آپ پر ولایت حاصل نہیں لہٰذا اس کا قبضہ بھی ہبہ میں درست نہ ہوگا جیسا کہ بیع وغیرہ میں۔

استحسان کی وجہ یہ ہے کہ ہبہ کا قبضہ ایک خاص نفع کے تصرفات کے قبیل سے ہے اس لئے صبی عاقل اس کا مالک ہو جائے گا۔

قبض الهبة عند الحنفية نوعان: قبض بطريق الأصالة، وقبض بطريق النيابة، أما القبض بطريق الأصالة: فهو أن يقبض بنفسه لنفسه،

وشرط جوازه العقل فقط؛ فلا يجوز قبض الصبي غير المميز والمجنون. وأما البلوغ: فليس بشرط لصحة القبض استحسانًا، فيجوز قبض الصبي العاقل (أي المميز) ما وهب له، والقياس وهو رأي غير الحنفية: أن يكون البلوغ شرطًا؛ لأن القبض من باب الولاية، ولا ولاية للصبي على نفسه، فلا يجوز قبضه في الهبة، كمالايجوز في البيع. ووجه الاستحسان: أن قبض الهبة من التصرفات النافعة نفعًا محضًا، فيملكه الصبي العاقل.(الفقه الاسلامی و أدلته : ٤-٦٩٤،٦٩٥/بدائع الصنائع: ١٨٠/٥)

(۲) بطریق نیابت قبضہ کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم قبضہ کرنے والے سے متعلق اور دوسری قسم نفسِ قبضہ کے متعلق ہے۔

قسم اول کی تفصیل یہ ہے کہ نیابۃً قبضہ صبی کے لیے ہو، اور یہ اسی وقت جائز ہوگا جب کہ قابض کو صبی پر ولایت بالجبر ہو، (یعنی اس کی ولایت کی وجہ سے صبی مجبور ہو) یا قابض کو صبی پر ولایت نہ ہو تو کم سے کم صبی اس کی پرورش میں ہو۔ ان تمام صورتوں میں صبی کی طرف سے نیابۃً قبضہ درست ہو جائے گا، اولاً قبضہ کا حق اس کے باپ کو ہوگا پھر باپ کے وصی پھر اس کے دادا، پھر دادا کے وصی کو؛ اسی طرح اخیر تک، چاہے صبی ان تمام کے عیال میں ہو یا نہ ہو، کیوں کہ ان تمام کی ولایت صبی پر قائم ہے لہٰذا ان کا قبضہ صبی کے لئے درست ہوگا۔

وأما القبض بطريق النيابة، فالنيابة في القبض نوعان:نوع يرجع إلى القابض ونوع يرجع إلى نفس القبض.

أما الأول: الذي يرجع إلى القابض فهو القبض للصبي، وشرط جوازه الولاية بالحجر والعيلة عند عدم الولاية، فيقبض للصبي وليه أو من كان الصبي في حجره وعياله عند عدم الولي فيقبض له أبوه ثم وصي أبيه بعده ثم جده أبوأبيه بعد أبيه ووصيه ثم وصي جده بعده، سواء كان الصبي في عيال هؤلاء أو لم يكن فيجوز قبضهم على هذا الترتيب حال حضرتهم، لأن لهؤلاء ولاية عليهم فيجوز قبضهم له. (بدائع:۵/ ۱۸۰)

ولی اقرب کی غیبوبت میں ہبہ للصغیر کے لیے قبضہ کا حق

اگر مذکوراولیاء میں کوئی ایسا غائب بہ غیبت منقطعہ ہواور کوئی اتا پتہ نہ ہوتو اس شخص کا قبضہ درست ہوگا جو درجہ میں اس کے بعد ہو، اس لئے کہ غائب کے آنے تک تأخیر کرنا بچے کی منفعت کوفوت کرنا ہے لہٰذا ولایت اس شخص کو حاصل ہوگی جو ولی غائب کے بعد ولایت کا درجہ رکھتا ہو جیسے کہ ولایت انکاح میں گذرا۔

وشرط جوازه الولاية بالحجر والعيلة عند عدم الولاية فيقبض للصبى وليه أو من كان الصبى فى حجره وعياله عند عدم الولى فيقبض له أبوه ثم وصى أبيه بعده ثم جده أبو أبيه بعد أبيه ووصيه ثم وصى جده بعده سواء كان الصبى فى عيال هؤلاء أو لم يكن فيجوز قبضهم على هذا الترتيب حال حضرتهم لأن لهؤلاء ولاية عليهم فيجوز قبضهم له وإذا غاب أحدهم غيبة منقطعةً جاز قبض الذى يتلوه فى الولاية لأن التاخير إلى قدوم الغائب تفويت المنفعة على

الصغير فتنتقل الولاية إلى من يتلوه وإن كان دونه كما فى ولاية الإنكاح.(بدائع :١٨٠/٥)

ماں کو صغیر کے ہبہ پر قبضہ کا حق:

اصولاً بچے کے مال میں ماں کو تصرف کا حق نہیں ہے، گر چہ ماں اکمل الشفقۃ ہے،؛ لیکن ناقصات العقل ہونے کی وجہ سے عورت کامل رائے نہیں رکھتی ہے، لہٰذا عام تصرفات کی ولایت نہیں ہوگی، البتہ قبض ہبہ کی ولایت ماں کو بھی حاصل ہے۔

وليس لمن سوى هؤلاء من الأم والأخ والعم وغيرهم ولاية التصرف على الصغير فى ماله لأن الأخ والعم قاصرا الشفقة وفى التصرفات تجرى جنايات لا يتهم لها إلا ذو الشفقة الوافرة والأم وإن كانت لها وفور الشفقة لكن ليس لها كمال الرائ لقصور عقل النساء عادةفلا تثبت لهن ولاية التصرف فى المال ولا لوصيهن.(بدائع :٣٥٣/٤)

البتہ ماں کو صغیر کے لئے ہدایہ قبول کرنے اور قبضہ کرنے کا اختیار ہے چونکہ یہ نفع محض ہے، نیز یہ حفظ مال کے حکم میں ہے، ہدایہ میں ہے:

وإن كان فى حجر أمه فقبضها له جائز لأن لها الولاية فيما يرجع إلى حفظه وحفظ ماله وهذا من بابه لأنه لايبقى إلا بالمال فلابد من ولاية تحصيل النافع. (الهداية:٢٨٩/٣)

قسم ثانی کا تعلق نفس قبضہ سے ہے کہ موہوب لہ پر پہلے سے موجود قبضہ، قبضۂ ہبہ کے قائم مقام ہو جائے گا، خواہ پہلے سے موجود قبضہ قبضۂ ہبہ کے مثل ہو یا

اس سے قوی ہو۔ مماثلت کی صورت میں ایک مثل دوسرے مثل کے نائب بن سکتا ہے اور قبضۂ قوی کی صورت میں قابض کے پاس ضروری قبضہ اور زائد قبضہ بھی موجود ہے۔

وأما الثانی الذی یرجع إلی نفس القبض فهو أن القبض الموجود في الهبة ینوب عن قبض الهبة، سواء کان الموجود وقت العقد مثل قبض الهبة أو أقوی منه، لأنه إذا کان مثله أمکن تحقیق التناوب، إذ المتماثلان غیر أن ینوب کل واحد منهما مقام صاحبه ویسد مسده فتثبت المناوبة مقتضی المماثلة۔ وإذا کان أقوی منه یوجد فیه المستحق وزیادة۔(بدائع:۱۸۱/۵)

صاحب بدائع نے اس طرح قبضہ سابق کو قبضۂ ہبہ کے لیے کافی ہونے کی متعدد صورتیں ذکر فرمائی ہیں:

(۱) موہوب جب موہوب لہ کے قبضے میں ودیعت یا عاریت کے طور پر ہو پھر اس کو ہبہ کر دیا جائے تو ہبہ جائز ہوگا اور موہوب لہ نفس عقد سے قابض ہو جائے گا اور عقد و قبضہ دونوں کا وقوع ایک ساتھ ہوگا۔

وبیان هذا فی مسائل: إذا کان الموهوب فی ید الموهوب له ودیعة أو عاریة فوهب منه جازت الهبة وصار قابضا بنفس العقد ووقع العقد والقبض معا۔ (بدائع : ۱۸۱/۵)

(۲) اگر شئی موہوب غصب کی وجہ سے یا بیع فاسد کے سبب سے یا سودے کے ارادے سے قبضے میں ہو تو یہ قبضہ ہبہ کے قبضے کے نائب ہوگا؛ کیونکہ عقد کی وجہ

سے قبضہ مستحق ضمان کی زیادتی کے ساتھ پایا جارہا ہے۔

ولو كان الموهوب فى يده مغصوبا أو مقبوضا ببيع فاسد أو مقبوضا على سوم الشراء فكذا ينوب ذلك عن قبض الهبة لوجود المستحق بالعقد وهو أصل القبض وزيادة ضمان۔ (بدائع: ۱۸۱/۵)

(۳) اگر شئ موہوب مرہون ہو کر قبضے میں ہو تو جامع میں مذکور ہے کہ موہوب لہ قابض بن جائے گا اور قبضۂ رہن، قبضۂ ہبہ کی نیابت کرے گا؛ کیونکہ قبضۂ ہبہ، قبضۂ امانت ہوتا ہے اور قبضۂ رہن بھی عین کے اعتبار سے امانت ہوتا ہے، لہٰذا یہ دونوں متماثل ہوں گے اور ہر ایک دوسرے کا نائب ہوگا۔

ولو كان الموهوب مرهونا فى يده ذكر فى الجامع أنه يصير قابضا وينوب قبض الرهن عن قبض الهبة لأن قبض الهبة قبض أمانة و قبض الرهن فى حق العين قبض أمانة أيضا فيتماثلان فناب أحدهما عن الآخر. (بدائع: ۱۸۱/۵)

(۴) اگر موہوب مبیع ہو جس پر قبضہ نہ ہوا ہو اور مشتری وہ بائع کو ہبہ کردے تو جائز ہے، لیکن یہ ہبہ نہ ہوگا، بلکہ اقالہ ہوگا، چنانچہ بائع کے قبول کیے بغیر صحیح نہ ہوگا۔

ولو كان مبيعا قبل القبض فوهب من البائع جاز و لكن لايكون هبة بل يكون إقالة حتى لا تصح بدون قبول البائع. (بدائع: ۵- ۱۸۲)

(۵) کوئی شخص اپنے صغیر بیٹے کو کچھ ہبہ کرے تو یہ درست ہے، اور موہوب چیز پر باپ کی ملکیت والا موجودہ قبضہ اب بیٹے کی طرف سے نیابۃً قبضہ کے لیے

کافی ہو جائے گا۔

و لو نحل ابنه الصغير شيئاً جاز ويصير قابضاً له مع العقد(بدائع: ۱۸۱/۵)

گھر اور گھر میں رکھا ہوا سامان دونوں ہبہ کرنے کی صورتیں

گھر اور گھر میں رکھا ہوا سامان دونوں ہبہ کرنا چاہے تو اس کی مختلف صورتیں ہیں:

(۱) اگر دونوں کو ایک ہی وقت میں ہبہ کیا اور سپرد بھی کر دیا تو دونوں کا ہبہ درست ہے۔

(۲) اور اگر الگ الگ ہبہ کیا اس طور پر کہ ان میں سے ایک کو پہلے پھر دوسرے کو ہبہ کیا تو اس میں دو صورتیں ہیں:

(۱) یا تو دونوں کو ایک ساتھ سپرد کیا ہوگا یا الگ الگ، اگر ایک ساتھ سپرد کر دے تو بھی دونوں کا ہبہ کرنا درست ہے۔ (۲) اگر دونوں الگ الگ سپرد کیا تو اس میں ترتیب کا اعتبار ہوگا۔ چنانچہ اگر سامان موجود ہوتے ہوئے گھر کا ہبہ کیا ہو اور اسی حال میں قبضہ دے دیا تو گھر کا ہبہ درست نہیں ہوا، اور سامان کا ہبہ درست ہو گیا، لہٰذا اس کا قبضہ دینا بھی درست ہے۔

اور اگر پہلے سامان کا ہبہ کیا ہو اور قبضہ دے دیا پھر گھر کا ہبہ کر کے قبضہ دیتا ہے تو دونوں میں ہبہ درست ہوگا۔

ولو جمع فی الهبة بين المتاع وبين الدار الذی فيها فوهبهما

جميعا صفقة واحدة وخلى بينه وبينهما جازت الهبة فيهما جميعا لأن التسليم قد صح فيهما جميعا فإن فرق بينهما فى الهبة بأن وهب أحدهما ثم وهب الآخر فهذا لايخلو إما إن جمع بينهما فى التسليم وإما إن فرق؛ فإن جمع جازت الهبة فيهما جميعا، وإن فرق بأن وهب أحدهما وسلم ثم وهب الآخروسلم؛ نظر فى ذلك وروعى فيه الترتيب، إن قدم هبة الدار فالهبة فى الدارلم تجز لأنها مشغولة بالمتاع فلم يصح تسليم الدار وجازت فى المتاع لأنه غير مشغول بالدار فيصح تسليمه ولو قدم هبة المتاع جازت الهبة فيهما جميعا.
(بدائع :١٧٨/٥)

صحت قبضہ کی شرائط کا بیان

(ا) قبضہ مالک کی اجازت سے ہو، کیوں کہ جب بیع کے باب میں صحتِ قبضہ کے لئے قبضہ کی اجازت شرط ہے، تو ہبہ میں یہ بطریق اولی ہوگی۔

اور ہبہ کی تمامیت کے لیے واہب کی اجازت سے جو قبضہ ضروری ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ شئ موہوب مجلس میں موجود ہوگی یا نہ ہوگی ؟ اگر مجلس میں موجود ہوتو قبضہ کی دوصورتیں ممکن ہیں:

مجلس میں موجود شئ موہوب پر قبضہ کی صورتیں

(ا) اذن بالقبض یا تو صریح ہوگا (٢) یا اذن بالقبض دلالۃً ہوگا۔

(ا) اذن بالقبض صریح: مثلا واہب کہے کہ تو قبضہ کرلے یا میں نے تجھے قبضہ کی اجازت دی یا میں راضی ہوں؛ وغیرہ، تو اس کا قبضہ درست ہو جائے گا،

چاہے واہب کی موجودگی میں قبضہ کر لے یا اذن بالقبض کے بعد واہب کی عدم موجودگی میں قبضہ کرے۔البتہ یہ قبضہ استحساناً درست سمجھا جائے گا۔

شرائط صحه القبض فأنواع: منها: أن يكون القبض بإذن المالك، لأن الإذن بالقبض شرط لصحة القبض في باب البيع ..... فلأن يكون في الهبة أولى... الإذن نوعان: صريح و دلالة، أما الصريح فنحو أن يقول: اقبض أو أذنت لك بالقبض أو رضيت، و ما يجري هذا المجرى فيجوز قبضه، سواء قبضه بحضرة الواهب أو بغير حضرته استحساناً (بدائع: ١٧٧/٥)

البتہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ مجلس سے جدائی کے بعد قبضہ جائز نہ ہو اور یہی امام زفر کا قول ہے کیوں کہ ان کے ایک قول کے مطابق قبضہ ان کے نزدیک رکن ہے بمنزلہ قبول کے، پس مجلس سے افتراق کے بعد قبضہ صحیح نہ ہوگا جیسا کہ افتراق کے بعد قبول صحیح نہیں ہوتا۔ چاہے واہب کی اجازت ہی کیوں نہ ہو۔

والقياس: أن لايجوز قبضه بعد الافتراق عن المجلس وهو قول زفر لأن القبض عنده ركن بمنزلة القبول على أحد قوليه فلا يصح بعد الافتراق عن المجلس كمالايصح القبول عنده بعد الافتراق و إن كان بإذن الواهب كالقبول فی باب البيع. (بدائع:١٧٧/٥)

وجہ استحسان یہ ہے کہ درج ذیل حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو افتراق کے بعد قبضہ کرنے کی اجازت دی، جو افتراق کے بعد قبضہ کے جواز اور اس کے معتبر ہونے کی دلیل ہے، نیز واہب کی جانب سے

قبضہ کرنے کی صریح اجازت بمنزلہ بائع کی مبیع پر قبضہ کرنے کی اجازت کے ہے اور اس کا عمل افتراق کے بعد ہوتا ہے تو ایسے ہی یہاں ہوگا۔

وجـه الاستـحسان ماروى: أن رسول الله صلى الله عليه وسلم حـمل إليه ست بدنات فجعلن يزدلفن إليه، فقام عليه الصلاة والسلام فـنحرهن بيده الشريفة وقال: من شاء فليقطع وانصرف. فقد أذن لهم رسـول الـلّه صلى الله عليه وسلم بالقبض بعد الافتراق حيث أذن لهم بـالـقـطـع، فدل على جواز القبض واعتباره بعد الافتراق، ولأن الإذن بـقبـض الـواهـب صريحا بمنزلة إذن البائع بقبض المبيع وذلك يعمل بعد الافتراق. (بدائع: ١٧٧/٥)

(۲) اذن بالقبض دلالۃً یہ ہے کہ موہوب لہ عین موہوبہ پر مجلس میں قبضہ کرلے اور واہب اس سے منع نہ کرے، پس از روئے استحسان اس کا قبضہ جائز ہوگا، البتہ قیاس کا تقاضا عدم جواز کا ہے جیسا کہ افتراق کے بعد جائز نہیں ہوتا، اور یہی امام زفر کا قول ہے۔

وأمـا الدلالة فهى أن يقبض الموهوب له العين فى المجلس ولا يـنهـاه الـواهـب فيجوز قبضه استحسانا، والقياس: أن لايجوز كما لا يجوز بعد الافتراق وهو قول زفر. (بدائع: ١٧٧/٥)

قیاس کی وجہ یہ ہے کہ ہبہ میں قبضہ قبول کی طرح رکن ہے، پس مانندِ قبول فی باب البیع، بغیر اجازت کے جائز نہیں ہوگا۔

وجـه القياس: أن القبض ركن فى الهبة كالقبول فيها فلايجوز من غير

اذن كالقبول من باب البيع. (بدائع: ۱۷۷/۵)

وجہ استحسان یہ ہے کہ ایسے قبضہ میں بطریق دلالت قبضہ کی اجازت پائی جاتی ہے، کیوں کہ ہبہ کا ایجاب کرنا گویا قبضہ کی اجازت دینا ہے، اس لیے کہ ہبہ کی اجازت دلیل ہے کہ واہب تملیک کا ارادہ رکھتا ہے اور بدونِ اذن قبض تملیک ممکن نہیں، اس سے معلوم ہوا کہ واہب کا ہبہ کرنا یعنی ہبہ کا ایجاب ہی، اس کی طرف سے قبضہ کی اجازت ہے۔

وجه الاستحسان: أن الإذن بالقبض وجد من طريق الدلالة لأن الاقدام على ايجاب الهبة إذن بالقبض لأنه دليل قصد التمليك ولا ثبوت للملك إلا بالقبض فكان الاقدام على الإيجاب إذنا بالقبض دلالة والثابت دلالة كالثابت نصا. (بدائع: ٥-١٧٧)

شئ موهوب مجلس میں موجود نہ ہو تو قبضہ کا حکم

اگر شئ موہوبہ مجلس ہبہ میں موجود نہ ہو اور موہوب لہ نے اس کا قبضہ لے لیا ہو جب کہ واہب اور موہوب لہ جدا ہو گئے ہوں تو بغیر واہب کی اجازت کے ایسا قبضہ موہوب لہ کو مالک نہیں بناتا۔

اگر موہوب لہ نے واہب کی اجازت سے قبضہ کیا ہو تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ قیاسی واستحسانی۔ قیاسی یہ کہ ایسا قبضہ موہوب لہ کو مالک نہیں بناتا کیونکہ یہ قبضہ بیع میں بہ منزلہ قبول کے ہے اور قبول افتراق کے بعد ملک کو ثابت نہیں کرتا خواہ وہ قبول ایجاب کنندہ کی اجازت سے ہو یا اس کی اجازت کے بغیر۔ یہی صورت ایسے ہبہ میں قبضے کی ہے۔

دوسری صورت یہ کہ استحسان کی بنیاد پر ایسا قبضہ موہوب لہ کو شئے موہوبہ کا مالک بنادیتا ہے کیوں کہ عقد ایجاب وقبول کے پائے جانے سے منعقد ہوجاتا ہے اور قبضہ کی احتیاج اس لیے ہے، تاکہ اس کے ذریعہ سبب کو قوی بنایا جائے۔ چنانچہ یہ تقویت ملکیت افتراق کے بعد بھی حاصل ہوسکتی ہے۔ قبضہ مالک کی صریح یا معنوی اجازت کا محتاج ہوتا ہے۔ پس جب شئی موہوبہ موجود نہ ہوتو معنوی طور پر اس کا قبضہ اجازت کو ثابت نہیں کرتا، الا یہ کہ قبضہ واہب کی اجازت سے صراحتاً لیا گیا ہوتو ملکیت ثابت ہوجائے گی۔

ولو لم يكن الموهوب حاضرا فى المجلس فقبضه الموهوب له بعد ما افترقا بغير إذن الواهب لا يملكه وإن قبضه بإذن الواهب فقياس الاستحسان الأول أن لا يملكه أيضاً لأن القبض هنا بمنزلة القبول فى البيع و القبول فى البيع بعد الافتراق لا يوجب الملك بإذن الموجب كان أو بغير إذنه فكذلك القبض هنا ، وفى الاستحسان يملكه ....

فإذا كان الموهوب غائباً لم يثبت الإذن بقبضه دلالة فلا بد من التصريح بذلك فإذا قبضه بإذنه ملكهٗ. والأصل فيه ما روى أن النبى ﷺ لما نحر هداياه قال من شاء أن يقتطع فليقطع وانصرف، فكان إذنا بالقبض لمجهول يملكه بالقبض فلأن يصح ذلك للمعلوم كان أولى. المبسوط للسرخسى : ١٢/ ٥٧)

ھبہ کا حکم

صاحب بدائع علامہ کاسانی علیہ الرحمۃ نے ہبہ کے حکم کے متعلق بنیادی طور پر تین چیزوں کو بیان فرمایا ہے۔(۱) اصل حکم کا بیان، (۲) اس کی صفات کا بیان (۳) حکم کو رفع کرنے والے امور یعنی رجوع فی الہبہ کی صورتوں کا بیان۔

وأما حكم الهبة فالكلام فيه ثلاث مواضع: فى بيان أصل الحكم وفى بيان صفته وفى بيان مايرفع الحكم (بدائع: ۱۸۲/۵)

(۱) اصل حکم: عقدِ ہبہ موہوب میں بغیر عوض کے موہوب لہ کے لئے ملکیت ثابت کرتا ہے، کیوں کہ ہبہ عین کو بغیر عوض کے کسی کی ملکیت میں دینے کو کہتے ہیں، لہٰذا اس کا حکم بغیر عوض کے موہوب پر ملکیت ثابت کرنا ہے۔

أما أصل الحكم فهو ثبوت الملك للموهوب له فى الموهوب من غير عوض لأن الهبة تمليك العين من غير عوض فكان حكمها ملك الموهوب من غير عوض. (بدائع: ۱۸۲/۵)

وحكمها: فثبوت الملك للموهوب له غير لازم. (هنديه: ۵۰۶/٤)

وحكمها: ثبوت الملك للموهوب له من غير لازم (شامى: ٤۹۰/۸)

(۲) حکم کی صفت اور حیثیت: میں اختلاف ہے، ہمارے اصحاب کا قول ہے کہ عقدِ ہبہ غیر لازم ملکیت کے ثبوت کا فائدہ دیتا ہے اور واہب کو اپنے ہبہ میں رجوع کرنے کا اختیار ہوتا ہے، البتہ بعض صورتوں میں عارضی اسباب کی بنا پر ملکیت کا لزوم اور رجوع سے امتناع کا حکم ہوتا ہے۔

امام شافعیؒ کا قول ہے کہ ہبہ کی وجہ سے اصلاً ملکِ لازم ثابت ہوتی ہے، اور

رجوع ان کے نزدیک صرف اولاد کو ہبہ کرنے میں ثابت ہوتا ہے (یعنی والد کا اپنی اولاد کو ہبہ کرنے میں)۔ اس کے علاوہ کسی بھی صورت میں رجوع ثابت نہیں ہوتا۔

وأما صفته فقد اختلف فيها، قال أصحابنا: هی ثبوت ملك غير لازم فی الأصل وللواهب أن يرجع فی هبته و إنما يثبت اللزوم ويمتنع الرجوع بأسباب عارضة وقال الشافعی: الثابت بالهبة ملك لازم فی الأصل ولايثبت الرجوع إلا فی هبة الولد خاصة وهی هبة الوالد لولده۔ (بدائع: ١٨٢/٥، ١٨٣)

(٣) حکم کو رفع کرنے والے امور یعنی رجوع فی الہبہ کے مسائل کا بیان۔

رجوع فی الہبہ کے متعلق چار امور قابل بحث ہیں:

(۱) ہبہ میں حق رجوع کے ثبوت کا بیان (۲) حق رجوع کے ثبوت کے بعد صحت رجوع کے شرائط کا بیان (۳) رجوع سے مانع عوارض کا بیان (۴) شریعت کی رو سے رجوع کی ماہیت اور اس کے حکم کا بیان۔

يقع الكلام فی هذالفصل في مواضع: بيان ثبوت حق الرجوع في الهبة وفي بيان شرائط صحة الرجوع بعد ثبوت الحق، وفي بيان العوارض المانعة من الرجوع، وفي بيان ماهية الرجوع وحكمه شرعا. (بدائع: ١٨٣/٥)

رجوع کا حق ہبہ میں ہمارے نزدیک اصالۃ واہب کے لیے ثابت ہے۔

أما ثبوت حق الرجوع فحق الرجوع فی الهبة ثابت عندنا۔ (بدائع

:١٨٣/٥)

ہبہ میں رجوع قرآن وحدیث اوراجماع اور قیاس سے ثابت ہے۔

(ا)ارشاد الٰہی ہے:وإذا حييتم بتحية فحيوا بأحسن منها أو ردوها،
ترجمہ : اور جب تمہیں کوئی شخص سلام کرے تو تم اسے اس سے بھی بہتر طریقہ پر سلام کرو یا انہی الفاظ میں اس کا جواب دے دو۔حییتم گرچہ سلام،ثناءاور مال کا ہدیہ،تینوں معانی میں مستعمل ہوتا ہے،جیسے شاعر کا قول ہے تحيتهم بيض الولاء بدينهم ان کا تحیہ خالص دوستی ہے اپنے دین کے ساتھ،لیکن تیسرا معنی ہی یہاں تفسیراً مراد ہے اوراس پرخود آیت کریمہ میں قرینہ ہے یعنی قول الٰہی:أو ردوها اور رد کا تحقق محض اعیان میں ہوتا ہے اعراض میں نہیں ہوتا، کیونکہ رد کہتے ہیں شئی کے اعادہ کو جو کہ اعراض میں متصور نہیں ہوتا اور لفظ مشترک میں ایک معنی کی تعین دلیل سے ہوتی ہے۔

أما الكتاب العزيزفقوله تعالى: وإذا حييتم بتحية فحيّوا بأحسن منها أو ردّوها، والتحية وإن كانت تستعمل في معان من السلام والثناء والهدية بالمال، قال القائل: تحيتهم بيض الولاء بدينهم لكن الثالث تفسير مراد بقرينة من نفس الآيت الكريمة وهي قوله تعالىٰ: أو ردوها، لأن الرد إنما يتحقق في الأعيان لافي الأعراض، لأنه عبارة عن إعادة الشيٍ، وذا لايتصور في الأعراض، و المشترك يتعين أحد وجوهه بالدليل۔ (بدائع:١٨٣/٥)

(۲)صاحب ہدایہ احناف کی طرف سے استدلال کرتے ہوئے فرماتے

ہیں:

ولنا قوله عليه السلام الواهب أحق بهبته مالم يثب منها أي لم يعوض ولأن المقصود بالعقد هو التعويض للعادة فثبت ولاية الفسخ عند فواته إذ العقد يقبله. (هدايه: ۲۹۱/۳)

ہماری دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ واہب اپنے ہبہ کا زیادہ حقدار ہے جب تک کہ ہبہ کی طرف سے مثاب نہ ہوا ہو یعنی عوض نہ پایا ہو، اس لئے کہ عقدِ ہبہ سے مقصود عوض لینا ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واہب کو اپنے ہبہ کا جب تک کہ اس کو عوض نہ پہنچ جائے زیادہ حقدار بنایا ہے، حدیث شریف میں واہب کو'احق' کہا گیا، معلوم ہوا کہ اس میں دوسرے کا بھی حق ہے اور ظاہر ہے کہ دوسرے کا حق قبضہ کے بعد ہی ہوگا۔

(۳) احناف کہتے ہیں کہ عقدِ ہبہ میں عموماً عوض ہی مقصود ہوتا ہے، لہٰذا مقصدِ عوض فوت ہونے کی صورت میں ہبہ فسخ کرنے کا اختیار ہوگا۔ یعنی از راہ عادۃ غالب اوقات ہبہ سے مقصود یہی ہوتا ہے کہ اس کا عوض ملے چنانچہ آدمی اپنے سے اونچے مرتبہ والے کو تو ہدیہ اس لئے دیتا ہے تا کہ اس کے جاہ و حشم اور رعب کے ذریعہ خود محفوظ رکھ سکے اور اپنے سے کم تر کو اس لئے دیتا ہے تا کہ وہ اس کی خدمت کرے اور آڑے وقت میں کام آئے، اور اپنے برابر کو اس لئے ہبہ دیتا ہے تا کہ اس کا مالی عوض ملے، اسی لئے کہا جاتا ہے (الایادی قروض، ہدایہ تو قرضے ہیں) پس جب واہب کو عوض نہیں ملا تو اس کو فسخ کا اختیار ہوگا کیونکہ اس عقد میں فسخ ہونے کی صلاحیت ہے۔

لأن المقصود بالعقد هو التعويض للعادة فثبت ولاية الفسخ عند فواته اذا العقد يقبله. الخ (الهدايه: ۲۹۱/۳ مع اشرف الہدایہ)

صحت رجوع کے شرائط

جہاں تک حق رجوع کے ثبوت کے بعد شرائط رجوع کا تعلق ہے تو رجوع کے لیے رضامندی یا قضاء ضروری ہے، کیونکہ رجوع کرنا عقد کے پورا کرنے کے بعد اس کو فسخ کرنا ہے اور عقد کے پورا ہونے کے بعد اس کو فسخ کرنا بغیر قضاء اور رضامندی کے صحیح نہیں ہوتا، جیسا کہ بیع میں قبضے کے بعد عیب کی بناء پر رد کرنا رضامندی یا قضاء کے بغیر صحیح نہیں ہوتا۔

وأما شرائط الرجوع بعد ثبوت الحق حتى لا يصح بدون القضاء والرضا لأن الرجوع فسخ العقد بعد تمامه، وفسخ العقد بعد تمامه يصح بدون القضاء والرضا كالرد بالعيب في البيع بعد القبض. (بدائع: ۱۸۵/۵)

رجوع سے مانع عوارض کے چند اقسام

ایسے عوارض کی تفصیل کرتے ہوئے حضرت موالانا خالد سیف اللہ رحمانی دامت برکاتہ العالیہ رقم طراز ہے کہ حنفیہ کے یہاں گو ہبہ سے رجوع کیا جاسکتا ہے لیکن اس سے سات صورتیں مستثنی ہیں، جو موانع رجوع ہیں ۔یعنی اگر یہ پائی جائیں تو ہبہ سے رجوع کی گنجائش نہیں اور ان کو یاد رکھنے میں آسانی ہو اس کے لئے فقہاء نے سات حروف کا مخفف تیار کیا ہے جن میں سے ہر حرف ایک معنی کی

طرف اشارہ کرتا ہے اور وہ ہیں: دمع خزقہ .(قاموس الفقہ)

شامی میں ہے :

ویمنع الرجوع فیها حروف 'دمع خزقه'، هو کقول بعضهم:
ویمنع الرّجوع في فضلِ الهبه -- یا صاحبي حروف 'دمعِ خَزقَه'.

قال الرملي: قد نظم ذلك والدي العلامة شیخ الإسلام محیي الدین فقال: (الكامل)

منع الرّجوع من المواهب سبعة — فزِیادة موصولةٌ موتٌ عوض
وخروجها عن ملكِ موهوب له — زوجیّةٌ قُربٌ هَلاكٌ قَدعرض

(۱) د: سے مراد زیادت ہے یعنی جس کو ہبہ کیا گیا ہے وہ موہوبہ سامان میں کوئی ایسا اضافہ کردے جو اس کی قیمت میں زیادتی کا موجب ہو، جیسے زمین پر مکان بنالیا جائے، درخت لگادیا جائے، کپڑا سی لیا جائے، وغیرہ؛ اگر بجائے زیادتی کے شئی موہوبہ میں نقص پیدا ہوجائے تو یہ رجوع میں مانع نہیں، اسی طرح موہوبہ سامان میں ایسا اضافہ ہو جو اس سے متصل نہیں، جیسے جانور کو بچہ ہوجائے تو یہ اضافہ بھی رجوع کے استحقاق میں مانع نہیں ہوگا۔

فالدال الزیادة فی نفس العین الموجبة لزیادة القیمة کبناء وغرس و خیاطة وسمن ولا تمنع الزیادة المنفصلة کحمل وولد وإن نقص لایمنع۔ (درمختار علی هامش الرد: ۸/۵۰۵-۵۰۶)

(۲) م: سے مراد طرفین میں سے ایک کی موت ہے، یعنی شئی موہوبہ حوالے کرنے کے بعد واہب یا موہوب لہ میں سے کسی ایک کی موت واقع

ہو جائے تو اب رجوع کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

والميم موت أحد العاقدين بعد التسليم، فلو قبله بطل ... أما إذا مات الموهوب له فلأن الملك قد انتقل إلى الورثة، وأما إذا مات الواهب فلأن النص لم يوجب حق الرجوع إلا للواهب، والوارث ليس بواهب، درر. (شامی:۵۰۷/۸)

ومنها موت الواهب لأن الوارث لم يوجب الملك للموهوب له فكيف يرجع فى الملك لم يوجبه (بدائع:۱۸۵/۵)

(۳) ع: سے مراد عوض کی بنیاد پر ہبہ کرنا یعنی ہبہ بشرط العوض ہے، مثلاً کوئی شخص یوں کہے کہ تم نے مجھے جو چیز دی تھی اس کے عوض میں یہ ہبہ کرتا ہوں یا یوں یہ کہے کہ میں یہ چیز اس شرط پر ہبہ کرتا ہوں کہ خود بھی فلاں شئی مجھے ہبہ کرو تو چونکہ یہ ہبہ بالعوض ہے، اس لئے ہبہ سے رجوع کی گنجائش نہیں، چنانچہ روایت گذر چکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہبہ کرنے والا اپنے ہبہ کا زیادہ حق دار ہے جب تک کہ اس کا عوض نہ ادا کیا گیا ہو''۔

والعين: العوض، بشرط أن يذكر لفظا يعلم الواهب أنه عوض كل هبته فإن قال خذه عوض هبتك أو بدلها أو في مقابلتها ونحو ذلك. (شامی: ۵۰۸/۸)

ومنها العوض لما روينا عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال: الواهب أحق بهبته مالم يثب منها، أي مالم يعوض ولأن التعويض دليل على أن مقصود الواهب هو الوصول إلى العوض فإذا

وصل فقد حصل مقصوده فيمنع الرجوع وسواء قل العوض أو كثر لما روينا من الحديث من غير فصل. (بدائع:۱۸٦/۵)

(۴)خ: سے مراد یہ ہے کہ جو چیز ہبہ کی گئی تھی وہ مکمل طور پر موہوب لہ کی ملکیت سے خارج ہو جائے، جیسے اس نے کسی اور کو ہبہ کر دیا ہو، یا کسی شخص کے ہاتھ فروخت کر دیا ہو۔

والخاء خروج الهبة عن ملك الموهوب له۔ (شامی: ۵۱۱/۸)

ومنها خروج الموهوب من ملك الموهوب له بأي سبب كان من البيع و الهبة والموت ونحوها لأن الملك يختلف بهذه الاشياء. (بدائع:۱۸۵/۵)

(۵۔٦)ز-ق: سے مراد رشتہ زوجیت ہے یعنی شوہر و بیوی کا ایک دوسرے کو ہبہ، اور 'ق' سے مراد قرابت ہے، یعنی ذی رحم محرم رشتہ دار، کہ ان کو ہبہ کی ہوئی چیز واپس نہیں لی جا سکتی۔

والزاي الزوجية وقت الهبة، فلو وهب لامرأة ثم نكحها رجع ولو وهب لامرأته لا كعكسه.(شامی:۵۱۲/۸)

وإن وهب هبة لذى رحم محرم منه لم يرجع فيها وكذا ما وهب أحد الزوجين للآخر لأن المقصود صلة الرحم وقد حصل. (هدايه: ۲۹۲/۳)

(۷)ہ: سے اشارہ موہوبہ سامان کے ہلاک اور ضائع ہونے کی طرف ہے، کہ اگر اصل سامان ہی ضائع ہو گیا تو اب رجوع کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

والهاء هلاك العين الموهوبة وكذا إذا استهلكت كماهو ظاهر، صرح به أصحاب الفتاوى.(شامی:۵۱۳/۸)

منها هلاك الموهوب لأنه لا سبيل إلى الرجوع فى الهالك ولا سبيل إلى الرجوع فى قيمته لأنها ليست بموهوبة لانعدام ورود العقد عليها. (بدائع:۱۸۵/۵)

رجوع کی ماہیت ۔ فسخِ عقد

صاحب بدائع فرماتے ہیں کہ مشائخ احناف کے تحریر کردہ مسائل پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپس کی رضامندی سے ہونے والا رجوع بھی قضاء قاضی کی طرح فسخ کا معنی رکھتا ہے، مثلا: قابل تقسیم مشاع چیز میں رجوع درست ہے، اس سے معلوم ہوا کہ یہ فسخ ہبہ ہے اور یہ رجوع مستقل ہبہ کے حکم میں نہیں، ورنہ تو مشاع میں درست نہ ہوتا۔ اسی طرح اصحابِ احناف نے یہ مسئلہ بھی لکھا ہے کہ رجوع فی الہبۃ میں قبضہ ضروری نہیں۔ پس معلوم ہوا کہ یہ مستقلا ہبہ نہیں ہے۔

وأما بيان ماهية الرجوع وحكمه شرعا فنقول وبالله التوفيق: لا خلاف فى أن الرجوع فى الهبة بقضاء القاضى فسخ، واختلف فى الرجوع فيها بالتراضى فمسائل أصحابنا تدل على أنه فسخ أيضا كالرجوع بالقضاء فانهم قالوا: يصح الرجوع فى المشاع الذى يحتمل القسمة، ولو كان هبة مبتدأة لم يصح مع الشياع وكذا لاتقف صحته على القبض۔ (بدائع:۱۹۳/۵)

اسی طرح اگر کسی شخص نے کوئی شئی ہبہ کی اور موہوب لہ نے وہ شئی کسی اور کو

ہبہ کردی پھر دوسرے نے اپنے ہبہ میں رجوع کیا تو پہلے کو رجوع کا حق حاصل ہوگا کیونکہ اگر یہ نیا ہبہ ہوتا تو پہلے کو حق رجوع حاصل نہ ہوتا؛ یہ مسائل دلالت کرتے ہیں کہ بغیر قضاء کے بھی رجوع فسخ ہوتا ہے۔

وكذا لو وهب لانسان شيئا ووهبه الموهوب له لآخر ثم رجع الثاني في هبته كان للأول أن يرجع، ولو كان هبة مبتدأة لم يكن له حق الرجوع فهذه المسائل تدل على أن الرجوع بغير قضاء فسخ. (بدائع: ١٩٣/٥)

رجوع میں اعادہ ملک کے لیے قبضہ شرط نہیں۔

وہ امر جس سے عقد ہبہ رفع ہوتا ہے تو وہ فسخ ہے چاہے یہ اقالہ سے ہو یا قضائے قاضی یا باہمی رضامندی کی بناپر رجوع سے ہو؛ یہ سب ہم بیان کر چکے اور جب عقد فسخ ہو جائے تو بغیر قبضے کے نفس فسخ کی بناء پر موہوب واہب کی سابقہ ملکیت کی طرف لوٹ آئے گی۔

فصل: وأما بيان مايرفع عقد الهبة فالذى يرفعه هو الفسخ، إما بالإقالة أو الرجوع بقضاء القاضي أو التراضي على مابينا و إذا انفسخ العقد يعود الموهوب إلى قديم ملك الواهب بنفس الفسخ من غير الحاجة إلى القبض. (بدائع: ١٩٤/٥)

ھبہ بالعوض کا بیان

ہبہ بالعوض کی دوصورتیں ہیں:

(۱) هبة مشروط بالعقد يعنى هبه بشرط العوض

(۲) عوض متأخر عن العقد.

(۱) ہبہ مشروط بالعقد یعنی ہبہ بشرط العوض: اس میں واہب ابتداء ہی سے ہبہ کرنے کے ساتھ عوض کی شرط لگاتا ہے اور موہوب لہ کا یہ ہبہ قبول کرنا گویا شرط عوض کو قبول کرنا ہے، یعنی واہب یوں کہے کہ میں تم کو فلاں شئی اس شرط پر ہبہ کرتا ہوں کہ تم اس کے بدلہ یہ کپڑا مجھے ہبہ کروگے۔ یہ ہبہ حنفیہ کے یہاں ابتداءً ہبہ کے حکم میں ہے، اسی لئے جب تک دونوں کی طرف سے عوض پر قبضہ نہ ہو جائے عقد تام نہ ہوگا اور یہ بات ضروری ہوگی کہ موہوبہ شئی منقسم اور علاحدہ ہو، مشترک (مشاع) نہ ہو؛ لیکن انتہاء اور انجام کے اعتبار سے یہ معاملہ بیع کا سمجھا جائے گا اور قبضہ کرنے کے بعد اس پر وہی احکام جاری ہوں گے جو خرید وفروخت کے ہیں یعنی خیار عیب اور خیار رؤیت بھی ثابت ہوگا اور استحقاق کی صورت میں رجوع کا حق حاصل ہوگا؛ نیز ایسے ہبہ کی وجہ سے تیسرے شخص کو حق شفعہ بھی حاصل ہوگا، جبکہ جائداد غیر منقول ہو۔

وأما العوض المشروط في العقد فإن قال: وهبت لك هذا الشئَ على أن تعوضني هذا الثوب فقد اختلف في ماهية هذا العقد، قال أصحابنا الثلاثة رضي الله عنهم: إن عقده عقد هبة وجوازه جواز بيع، وربما عبروا أنه هبة إبتداء بيع انتهاء، حتى لايجوز في المشاع الذي ينقسم، ولايثبت الملك في كل واحد منهما قبل القبض، ولكل واحد منها أن يرجع في سلعته مالم يقبضا وكذا إذا قبض أحدهما ولم يقبض

الآخر فلكل واحد منهما أن يرجع، القابض وغير القابض فيه سواء حتى يتقابضا جميعاً، ولو تقابضا كان ذلك بمنزلة البيع يرد كل واحد منهمابالعيب وعدم الرؤية ويرجع في الاستحقاق، وتجب الشفعة إذا كان غير منقول.(بدائع:١٩٠/٥)

(۲) عوض متأخر عن العقد: یعنی واہب نے ہبہ کے ساتھ عوض کی شرط نہیں لگائی، البتہ موہوب لہ ہبہ پر قبضہ کرنے کے بعد اپنی طرف سے واہب کو اس کے مقابلے میں کچھ عوض دے۔

موہوب لہ کی طرف سے دیا جانے والا عوض حقیقت میں یعنی ابتداء اور انتہاء دونوں اعتبار سے ایک نیا ہبہ ہے، یعنی اولاً الف نے باء کو ہبہ دیا اور پھر باء نے الف کو کوئی چیز ہبہ دی اس لیے دونوں ہبہ پر تمام احکام ہبہ کے جاری ہوں گے۔

البتہ ہبہ کے ایک حکم یعنی رجوع کے متعلق تفصیل ہے۔یعنی اگر موہوب لہ کی طرف سے واہب کو دیا جانے والے ہبہ میں تعویض اور بدل کی مذکورہ ذیل تین شرطیں پائی جائیں تو دونوں ہبہ ایک دوسرے کے عوض قرار پائیں گے اور حق رجوع ساقط ہوجائے گا، اور اگر کوئی ایک شرط نہیں پائی گئی تو یہ عوض نہیں بنے گا، البتہ اس کی ہبہ والی حیثیت برقرار رہے گی، اور دونوں فریق کو اپنے اپنے ہبہ میں رجوع کا حق ہوگا۔اس حقیقت کو صاحب بدائع نے تعویض کی ماہیت کے عنوان سے بیان فرمایا ہے۔

الثاني: بيان ماهيته فالتعويض المتأخر عن الهبة هبة مبتدأة بلا خلاف

من أصحابنا، يصح بما تصح به الهبة ويبطل بما تبطل به الهبة لا يخالفها إلا في إسقاط الرجوع على معنى أنه يثبت حق الرجوع في الأولى ولا يثبت في الثانية فأما فيما وراء ذلك فهو في حكم هبة مبتدأة لأنه تبرع بتمليك العين للحال وهذا معنى الهبة إلا أنه تبرع به ليسقط حق الرجوع عن نفسه في الهبة الأولى فكانت هبة مبتدأة مسقطة لحق الرجوع في الهبة الأولى۔ (بدائع:۱۸۹/۵)

وہ تعویض جو ہبہ سے متأخر ہو وہ نیا ہبہ ہوتی ہے اس میں ہمارے اصحاب کا کوئی اختلاف نہیں اور جن امور سے ہبہ صحیح ہوتا ہے ان سے تعویض بھی صحیح ہوتی ہے اور جن امور سے ہبہ باطل ہوتا ہے ان سے تعویض بھی باطل ہوتی ہے، تعویض اور ہبہ میں کوئی فرق نہیں سوائے اسقاط رجوع میں، بایں معنی کہ ہبہ میں رجوع ہوتا ہے عوض میں نہیں ہوتا، اس کے علاوہ باقی امور میں وہ نئے ہبہ کے حکم میں ہوتی ہے کیونکہ ہبہ نام ہے فی الحال عین کا مالک بنانا اور موہوب لہ تبرع اسی وجہ سے کرتا ہے تاکہ پچھلے ہبہ میں اپنے اوپر سے رجوع ساقط کردے، اسی وجہ سے یہ نیا ہبہ شمار ہوگا جو پچھلے ہبہ میں حق رجوع کو ساقط کردے گا۔

صاحب بدائع ہبہ بالعوض کے جواز کی جو تین شرطیں بیان کرتے ہیں وہ تین شرطیں حسب ذیل ہیں:

(۱) ''عوض ہبہ کے مقابل ہو'' یعنی عوض ایسے لفظ کے ساتھ ہو جو بدل یا مقابلے پر دلالت کرتا ہو، مثلاً یوں کہے یہ تیرے ہبہ کا بدل ہے یا یہ تیرے ہبہ کی جگہ پر ہے یا میں نے تجھے تیرے ہبہ کے بدلے میں عطیہ کیا یا میں نے تجھے تیرے

ہبہ کے بدلہ میں صدقہ کیا وغیرہ وغیرہ؛ اس لئے کہ عوض نام ہی ہے اس شئی کا جو معوض کے مقابلے میں ہو، لہٰذا ایسا لفظ ضروری ہے جو مقابلے پر دلالت کرتا ہو، یہاں تک کہ اگر کسی شخص کو کوئی شئی ہبہ کی، اور موہوب لہ نے بھی واہب کو ہبہ کیا لیکن یہ نہیں کہا کہ یہ تیرے ہبہ کا عوض ہے یا اسی طرح کے کوئی اور مذکورہ الفاظ نہ کہے تو یہ عوض نہیں ہوگا، بلکہ نیا ہبہ ہوگا اور اس میں رجوع ثابت ہوگا، اسی وجہ سے دونوں کو حق رجوع حاصل ہوگا۔

أما الأول فلبيان شرط جواز هذا التعويض شرائط ثلاثة: الأول مقابلة العوض بالهبة وهو أن يكون التعويض بلفظ يدل على المقابلة، نحو أن يقول هذا عوض من هبتك أو بدل عن هبتك أو مكان هبتك أو نحلتك هذا عن هبتك أو تصدقت بهذا بدلاً عن هبتك أو كافأتك أو جازيتك أو أتيتك وما يجري هذا المجرى، لأن العوض اسم لما يقابل المعوض فلا بد من لفظ يدل على المقابلة،

حتى لو وهب لإنسان شيئًا وقبضه الموهوب له، ثم إن الموهوب له أيضًا وهب شيئًا للواهب ولم يقل هذا عوض من هبتك ونحو ذلك مماذكرنا لم يكن عوضا بل كان هبة مبتدأ ولكل واحد منهما حق الرجوع، لأنه لم يجعل الباقي مقابلا بالأول لانعدام ما يدل على المقابلة فكانت هبة مبتدأة فيثبت فيها الرجوع۔(بدائع: ۱۸۷/۵)

(۲) ''ہبہ میں عوض ایسی چیز نہ ہو جو اسی عقد کے سبب مملوک ہوئی ہو'' یعنی

موہوب لہ واہب کوعوض میں شئ موہوب دے دے تو نہ ہبہ صحیح ہوگا اور نہ عوض صحیح ہوگا، نیز موہوب لہ واہب کو شئ موہوب کا کچھ حصہ بقیہ کے عوض میں دے اور موہوب اسی حالت میں باقی ہو جس پر عقد ہوا تھا تو یہ عوض نہیں ہوگا، کیوں کہ عام طور پر اسی موہوب کا کچھ حصہ عوض میں لینا مقصود نہیں ہوتا، پس اگر وہی مقصود ہوتا تو وہ اس کو پہلے ہی روک لیتا اور ہبہ نہ کرتا، کیونکہ عقد میں داخل ہونے والی شئ کا کچھ حصہ عوض میں لینے سے اس کا مقصود حاصل نہیں ہوتا لہٰذا حق رجوع باطل نہ ہوگا۔

والثاني: أن لايكون العوض في العقد مملوكا بذلك العقد، حتى لو عوض الموهوب له الواهبَ بالموهوب لا يصح ولايكون عوضا. وإن عوضه ببعض الموهوب عن باقيه فإن كان الموهوب على حاله التي وقع عليها العقد لم يكن عوضا، لأن التعويض ببعض الموهوب لايكون مقصود الواهب عادة، إذ لو كان ذلك مقصوده لأمسكه ولم يهبه فلم يحصل مقصوده بتعويض بعض ما دخل تحت العقد فلا يبطل حق الرجوع۔ (بدائع: ۱۸۷/۵)

اور اگر شئ موہوب کی حالت میں ایسا تغیر پیدا ہوگیا جو رجوع سے مانع ہو تو اب بعض موہوب باقی ہبہ کا عوض بن سکتا ہے کیونکہ تغیر سے وہ اب دوسری چیز بن گئی جو عوض بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔

وإن كان الموهوب قد تغير عن حاله تغيرًا يمنع الرجوع فإن بعض الموهوب يكون عوضًا عن الباقي لأنه بالتغير صار بمنزلة عين أخرى

فصلح عوضاً۔ (بدائع: ۱۸۷/۵)

(۳) ''ہبہ بالعوض کے جواز کی تیسری شرط'': موہوب لہ کی جانب سے واہب کو دیا گیا عوض واہب کے پاس سلامت رہے، پس اگر وہ سلامت نہ رہے مثلا: اس کے قبضے میں رہتے ہوئے کسی اور کا استحقاق نکل آئے تو اب یہ عوض نہیں ہوگا، لہٰذا واہب کو ہبہ میں رجوع کرنے کا حق حاصل ہوگا کیونکہ استحقاق سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ تعویض صحیح نہیں، گویا کہ اس نے سرے سے عوض دیا ہی نہیں لہٰذا واہب کو رجوع کا حق حاصل ہوگا۔

والثالث: سلامة العوض للواهب فإن لم يسلم بأن استحق من يده لم يكن عوضا وله أن يرجع في الهبة لأن بالاستحقاق تبين أن التعويض لم يصح فكأنه لم يعوض أصلا فله أن يرجع. (بدائع: ۱۸۸/۵)

هبه بشرط العوض اور هبه بالعوض میں فرق

ہبہ بالعوض اور بشرط عوض میں بنیادی فرق یہ ہے کہ ہبہ بالعوض میں موہوب لہ جو عوض دیتا ہے اپنی خوشی سے دیتا ہے جب کہ ہبہ بشرط عوض کی صورت میں فریقین کے درمیان صراحتاً عوض لینے دینے کا اقرار طے پاتا ہے۔

هبه بالعوض اور مشروط بالعوض کی کچھ مثالیں :

اس مسئلہ سے متعلق فتاوی ہندیہ میں ہبہ بالعوض کے بیان کے اخیر میں کچھ جزئیات مذکور ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

(۱) ولو وهب لرجل ألف درهم فعوضه الموهوب له درهما

من تلك الدراهم لم يكن ذلك عوضا عندنا، و كان له أن يرجع فی هبته و كذا لو كانت الهبة دارا فعوضه بيتا منها كذافی (فتاوی قاضيخان) (هنديه:٤/ ٥٣٧)

[۱] اگر کسی شخص کو ہزار درہم ہبہ کئے اور موہوب لہ نے انہیں درہموں میں سے ایک درہم واہب کو عوض دیا تو ہمارے نزدیک یہ عوض نہ ہوگا، چنانچہ واہب کو اپنے ہبہ میں رجوع کا اختیار ہوگا، اسی طرح کسی شخص نے ہبہ میں کوئی گھر دیا اور موہوب لہ نے اس میں سے ایک کمرہ عوض کے طور پر دیا تو یہ بھی عوض نہ ہوگا؛ کیونکہ اسی موہوب کا کچھ حصہ عام طور پر عوض میں لینا مقصود نہیں ہوتا۔

(۲) وفي (فتاوی العتابيه): ولو وهب داره بشرط عوض وقيمته ألف فباعها بألفين قبل نقد الثمن أخذها الشفيع بألفين و يدفع الموهوب له للواهب ماشرط أو قيمته ولو حضر الشفيع بعد مادفع المشروط إلى الواهب أخذها به كذا فی (التاتارخانية) (هنديه:٤/ ٥٣٧)

[۲] فتاوی عتابیہ میں ہے کہ اگر کسی شخص نے اپنا گھر بشرط عوض ہبہ کیا اور اس کے عوض کی قیمت ایک ہزار درہم ہے، پھر موہوب لہ نے ثمن یعنی مشروط ہبہ دینے سے پہلے اس کو دو ہزار درہم میں فروخت کیا تو شفیع دو ہزار کے بدلہ میں لے گا اور موہوب لہ اپنے واہب کو مشروط چیز یا اس کی قیمت اداء کردے گا، اور اگر مشروط چیز واہب کو دینے کے بعد شفیع حاضر ہوا تو اس صورت میں وہ اس گھر کو بعوض مشروط کے شفعہ میں لے گا۔

(۳) رجل وهب لرجل ثوبا وخمسة دراهم وسلم الكل اليه ثم عوضه

الثوب أو الدراهم لم يكن عوضا عندنا استحسانا كذا في (فتاوى قاضيخان) (هنديه: ۵۳۷/۷)

[۳] اگرایک شخص نے ایک کپڑااور پانچ درہم ہبہ کئے اور یہ سب موہوب لہ کو سپرد بھی کردیا، پھر موہوب لہ نے بھی کپڑا یا درہم عوض میں دیئے تو استحساناً ہمارے نزدیک یہ عوض نہ ہوگا؛ کیوں کہ عوض شئ موہوب کی جنس سے ہے اور عموماً واہب کا مقصد کوئی ایسا عوض نہیں ہوتا۔

(٤) ولو وهب له حنطة وطحن بعضها و عوضه دقيقا من تلك الحنطة كان عوضا و كذلك لو وهب له ثيابا وصبغ منها ثوبا بعصفر أو خاطه قميصا وعوضه إياه كان عوضاو كذلك لو وهب له سويقا فلت بعضه وعوضه كذا في الذخيرة (هنديه: ۵۳۷/٤)

[۴] اگرکسی نے گیہوں ہبہ کئے، بعد میں موہوب لہ نے انہیں میں سے کچھ گیہوں پسا کرآٹا عوض میں دیا تو یہ عوض کے طور پر دینا صحیح ہوگا، اسی طرح کسی شخص نے چند کپڑے ہبہ کئے بعد میں موہوب لہ نے انہیں کپڑوں میں سے کسی کپڑے کو عصفر سے رنگا یا اس کی قمیص سلوا کر واہب کو عوض میں دی تو اس طرح عوض کے طور پر دینا درست ہوگا، اسی طرح کسی شخص نے ستو ہبہ کئے اور موہوب لہ نے کسی چیز میں ملا کر کے یہی ستو تھوڑے سے عوض کے طور پر دیئے تو اس طرح کے تمام مسائل یہ عوض سمجھا جائے گا اور رجوع کا حق ختم ہوجائے گا۔

(٥) ولو وهب نصراني لمسلم هبة فعوضه المسلم خمرا أو خنزيرا لم يكن عوضا وللنصراني أن يرجع في الهبة و كذا الرجل إذا

عوض الواهبَ شاة مسلوخة ثم ظهر أنها ميتة رجع الواهب في هبته كذا في فتاوى قاضي خان. (هنديه: ٥٣٧/٤)

[۵] اگر کسی نصرانی نے مسلمان کو کچھ ہبہ دیا اور مسلمان نے اس کو شراب یا خنزیر عوض میں دیا تو یہ مال نہ ہونے کی وجہ سے عوض نہ ہوگا اور نصرانی کو اپنے ہبہ میں رجوع کرنے کا اختیار ہوگا۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے اپنے واہب کو عوض میں پوست کشیدہ بکری عوض دی پھر معلوم ہوا کہ یہ مردار تھی تو مقصود حاصل نہ ہونے کی وجہ سے عوض نہ ہوگی اور واہب کو رجوع کا اختیار رہے گا۔

(٦) وهب لرجل ثوبا لغيره وسلمه إليه وأجاز رب الثوب الهبة جازت من ماله فله أن يرجع فيه مالم يعوضه الموهوب أو لم يكن ذا رحم محرم منه وإن عوض الرجل الذي وهب له أو كان بينهما قرابة لم يمنع ذلك رب الثوب له من الرجوع كذافي (المبسوط) (هنديه: ٥٣٧/٤)

[٦] اگر زید نے عمرو کا کپڑا خالد کو ہبہ کیا اور اس کو سپرد بھی کر دیا بعد میں عمرو نے ہبہ کی اجازت دی تو ہبہ اس (عمرو) کے مال سے درست ہوگا اور اس کو اختیار رہے گا جب تک خالد اس کو عوض نہ دے یا اس کا ذی رحم محرم نہ ہو تب تک وہ اپنے ہبہ سے رجوع کرسکتا ہے، اگر خالد نے زید کو عوض دے دیا یا خالد اور زید کے درمیان قرابت ہے تو یہ امور مالک کو رجوع کرنے میں مانع نہیں، یعنی عمرو اس کے باوجود رجوع کرسکتا ہے۔

(٧) عبد مأذون له في التجارة وهب لرجل هبة وعوضه

الموهوب له من هبته فلكل واحد منهما أن يرجع في الذى له والهبة باطلة وكذلك والد الصغير إذا وهب من مال الصغير شيئا وعوضه الموهوب له كذا في (المحيط) (هنديه:٤/ ٥٣٧)

[۷] ماذون التجارة غلام نے کسی کو ہبہ کیا اور موہوب لہ نے اس کو عوض دے دیا تو دونوں میں سے ہر ایک کو اپنی چیز واپس کرنے کا اختیار ہوگا، اور ہبہ باطل ہوگا اسی طرح نابالغ کے والد نے اگر نابالغ کے مال میں سے کچھ ہبہ کیا اور موہوب لہ نے عوض دے دیا تو اس کا حکم بھی یہیں ہوگا۔

(٨) الصغير إذا وهب ماله لرجل فعوضه الموهوب له لايصح لأنه عوضه عن هبة باطلة كذا في فتاوى قاضيخان. (هنديه: ٤/ ٥٣٧)

[۸] اگر نابالغ نے اپنا مال کسی کو ہبہ کیا اور موہوب لہ نے ہبہ کا عوض نابالغ کو دے دیا تو یہ ہبہ صحیح نہیں ہوگا کیونکہ اس نے ہبہ باطل کا عوض دیا ہے۔

(٩) إذا وهب للصغير هبة فعوضه الأب عنها من مال الصغير لم يجز تعويضه وإن كانت الهبة بشرط العوض كذا في (الجوهرة النيرة) (هنديه: ٤/ ٥٣٧)

[۹] اگر نابالغ کو کوئی چیز ہبہ کی گئی اور باپ نے نابالغ کے مال سے عوض دے دیا تو یہ عوض جائز نہیں ہوگا اگر چہ یہ بشرط عوض ہی کیوں نہ ہو۔

ھبہ بہ عوض خدمت

مجموعہ قوانین اسلامی میں ہے: اگر وہ خدمات جو موہوب لہ نے انجام دی

ہیں ایک رقمی مالیت رکھتی ہیں اور ایسی خدمات کے بدلے میں ایک ہبہ کیا جاتا ہے تو وہ معاملہ ہبہ بالعوض ہے، کیونکہ اس صورت میں یہ ایک مبادلہ جائداد بہ جائداد ہے، لیکن جب ایسی خدمات جو کوئی رقمی مالیت نہ رکھتی ہوں تو دستاویز ہبہ میں خدمت کا اظہار محض ہبہ کرنے کی ایک غرض (موٹیو) ہو سکتی ہے۔ یہ ہبہ کا معاوضہ نہیں ہے اور ایسی صورت میں ہبہ ایک سادہ ہبہ ہوگا نہ کہ ہبہ بالعوض۔ دفعہ ۲۵ قانون معاہدہ کی توضیح ایسی صورت میں پوری طرح منطبق ہوتی ہے اور ہبہ مکمل طور پر جائز ہوگا اگرچہ اس کے لیے بدل نہ ہو۔

چنانچہ جسٹس وحید الدین احمد نے بمقدمہ بہادر بنام جان محمد مندرجہ پی ایل ڈی ۱۹۶۰ کراچی۔ صفحہ ۴۳۷ قرار دیا کہ خدمات کے معاوضے میں جو موہوب لہ نے انجام دی ہوں کسی شے کا ہبہ کرنا ہبہ بالعوض یا ہبہ بشرط العوض نہ ہوگا، کیونکہ واہب اور موہوب لہ کے درمیان کسی جائداد کا تبادلہ نہیں ہوا۔ محض اس بناء پر کہ جو موہوب لہ نے واہب کی خدمات انجام دی ہیں ان کو مالیت میں منتقل کیا جا سکتا ہے یہ قرار نہیں دیا جا سکتا کہ موہوب لہ نے ان خدمات کو واہب کو تبادلے میں دیا ہے۔ خدمات یا تو ماضی میں کی جاتی ہیں یا زمانہ مستقبل میں، لہذا ایسی صورت میں موہوب لہ کی جانب سے واہب کو کسی بھی جائداد کا فوری تبادلہ نہیں کیا جا سکتا۔

(مجموعہ قوانین اسلامی: ۱۰۰۱، ۱۰۰۲)

ہبہ اور شرط فاسد

ہبہ کو ایسی شرط سے مشروط کرنا جو اس کے منافی ہو تو یہ شرط کالعدم ہے ایسی

صورت میں ہبہ نافذ وصحیح اور شرط باطل سمجھی جائے گی۔

مجموعہ قوانین اسلامی (مرتبہ: ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن، پاکستان) تحریر فرماتے ہیں:

بمقدمہ غلام قادر بنام غلام حسین عدالت عالیہ مغربی پاکستان، لاہور نے قرار دیا کہ اگر ہبہ کے ساتھ کوئی ناجائز شرط متعلق کی گئی ہو تو ہبہ بلاشرط متصور ہوگا۔ اس مقدمے میں ہبہ کے ساتھ واہب نے یہ شرط عائد کی تھی کہ ہبہ کردہ زمین کے عوض موہوب لہ اپنی بہن کا نکاح واہب سے کرے گا۔ یہ شرط مصلحت عامہ اور حسن نیت کے خلاف ہونے کے سبب ناقابل قبول قرار دی گئی اور ہبہ بلا لحاظ اس شرط کے جائز قرار دیا گیا۔ (مجموعہ قوانین اسلامی: ۳/ ۱۰۰۷)

قال ومن وهب جارية إلا حملها صحت الهبة وبطل الاستثناء لأن الاستثناء لايعمل إلا فى محلٍّ يعمل فيه العقد والهبة لا تعمل فى الحمل لكونه وصفًا على مابيناه فى البيوع فانقلب شرطا فاسدا و الهبة لاتبطل بالشروط الفاسدة وهذا هوالحكم فى النكاح و الخلع و الصلح عن دم العمد لأنها لاتبطل بالشروط الفاسدة . (هدايه: ۲۹۳/۳)

فإن وهبها له على أن يردها عليه أو على أن يعتقها أو يتخذها أم ولد أو وهب له دارا أو تصدّق عليه بدارٍ على أن يرد عليه شيئًا منها أو يعوضه شيئًا منها فالهبة جائزة والشرط باطل لأن هذه الشروط تخالف مقتضى العقد فكانت فاسدة والهبة لاتبطل بها ألاترى أن

النبی علیه السّلام أجاز العمریٰ و أبطل شرط المعمِرِ بخلاف البیع لأنه علیـه السـلام نهٰـی عـن بیـع و شـرط و لأن الشـرط الـفاسد فی معنی الربواوهو یعمل فی المعاوضات دون التبرعات. (هدایه: ۲۹٤/۳)

قبضه کی حقیقت

قبضه کا لغوی معنی

لغت میں ’’قبض‘‘ کے معنی: أخذ: لینا، وصول کرنا۔جمع کرنا، سمیٹنا، تناول، ہاتھ میں لینا، پکڑنا، وغیرہ کے ہوتے ہیں،

اسی طرح چیز کو اس کے سابق مکان سے اپنے تسلط والے مکان میں منتقل کیے بغیر فقط وصول کر لینے اور وصول کر کے اپنے تسلط کے مکان میں منتقل کرنے؛ دونوں معنی میں یہ لفظ بولا جاتا ہے۔

القبـض في اللغة: یدور معنی هذه اللفظة حول الجمع و الأخذ، و فـي هـذا یـقول ابن فارس: القاف و الباء و الضاد أصل و احد صحیح یدل علی شيءٍ مأخوذ.

و جـاء فـي لسـان الـعـرب: ”الـقبض جمع الکفّ علی الشيءِ و قبضت الشيءَ قبضًا:أخذته، و القبضة: ماأخذت بجمع کفك کله.

ابـن الأعـرابـي: الـقبـض قبولك المتا ع و إن لم تحوله، و القبض تـحـویـلك المتا ع إلی حیزك، و القبض: التناول للشيءِ بیدك ملامسة و قبض علی الشيءِ و به یقبض قبضًا انحنی علیه بجمیع کفه۔۔۔ و صار

الشيئ في قبضتي، أي في ملكي۔ (مجلة المجمع الفقه الاسلامی: ٦٣٩/٦، جده)

قبضہ کا اصطلاحی معنی

اصطلاح فقہ میں قبضہ کے معنی اولاً ''معقود علیہ'' کے ساتھ خاص ہے، اس کے بعد قبضہ کا معنی مختلف اشیاء، مختلف عقود اور زمانہ کے اختلاف کے اعتبار سے الگ الگ ہے، یعنی قبضہ کا معنی ہر زمانہ میں مختلف اشیاء کے اعتبار سے عرف کے تابع ہے۔ متعدد فقہاء نے اس کی تصریح فرمائی ہے، قاموس الفقہ میں ہے:

فقہاء کی عبارتوں پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ عرف ورواج اور اشیاء کی نوعیت کے لحاظ سے قبضہ کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں، علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں کہ قبضہ کے لئے کسی چیز کو ہاتھ میں لینا شرط نہیں، بلکہ قبضہ کے معنی قدرت دینا اور عرف وعادت کے اعتبار سے ایسے موانع کو ہٹا دینا ہے جو اس کے استعمال میں حارج ہوسکتے ہیں۔

هو التمكن بالتخلي وارتفاع الموانع عرفا وعادة وحقيقة۔ (بدائع: ١٤٥/٥، عالمگیری: ١٨/٣)

فقہاء مالکیہ میں ابوالبرکات دردیرؒ نے بھی واضح کیا ہے کہ قبضہ کا معنی لوگوں کے درمیان جاری عرف سے متعین ہوگا ''بالعرف الجاری بین الناس''۔

نوویؒ نے بھی عرف ہی کو اس کا مدار قرار دیا ہے، فقہاء حنابلہ میں ابن قدامہؒ کا بیان ہے: لأن القبض مطلقا فی الشرع يجب الرجوع فيه إلى

العرف۔(قاموس الفقہ: ۴/ ۴۶۷)

البتہ اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ قبضہ کے اصطلاحی اور فقہی معنی کو 'عرف' پر موقوف کرنے کے باوجود فقہاء نے اپنے زمانے کے عرف اور اشیاء کی نوعیت کے اعتبار سے مختلف چیزوں میں قبضہ کے لیے کوئی خاص طریقہ بھی متعین فرمایا ہے، بالفاظ دیگر مختلف اشیاء میں فقہاء نے مختلف عرف متعین ذکر فرمائے ہیں۔

چنانچہ عقد کے مقصد کی طرف نظر کرتے ہوئے اور شریعت کے دوسرے احکام کو مدنظر رکھ کر؛ مختلف اشیاء کے اعتبار سے قبضہ کی مختلف صورتیں ہیں۔فقہاء کرام نے اسی اعتبار سے قبضے کی مختلف صورتیں، شکلیں اور شرائط تحریر فرمائی ہیں؛ چنانچہ حضرت مولانا تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم اپنی جدید تصنیف 'فقہ البیوع' میں تحریر فرماتے ہیں:

بالرغم من اتفاق الفقهاء على هذه التعريفات المتقاربة، فإن هناك تفصيلا في تعيين طريق القبض في أشياء مختلفة، وفي بعضها خلاف. (فقه البيوع: ۱/ ۳۹۸)

اس لیے مناسب یہی ہوگا کہ مختلف اشیاء کے اعتبار سے قبضہ کی صورتیں اور احکام کو جداگانہ ذکر کیا جائے۔

(۱) قبض العقار اور تخلیہ کی بعض مخصوص صورتیں

احناف میں امام محمدؒ کے نزدیک عقار میں بھی حقیقی قبضہ ضروری ہے، البتہ

جمہور احناف کے نزدیک عقار میں تخلیہ کافی ہے۔(ہدایہ:۹/۳۰۷۔باب المرابحۃ والتولیۃ،شامی:۳۶۹/۷)

قبض عقار وعمارت میں تخلیہ بایں طور کہ بائع کے کسی بھی قسم کے تصرف اور شغل سے خالی ہو،تسلیم وقبض کے تحقق کے لیے کافی ہے،البتہ بعض صورتوں میں بائع کے شغل وتصرف کے ساتھ بھی ضمناً وتبعاً یا اقتضاءً قبضہ متحقق مانا جاتا ہے،ایسی ہی چند صورتوں کو حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اپنی ''فقہ البیوع'' میں ذکر فرمایا ہے،یہاں اس کا خلاصہ کچھ ضروری اضافوں کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) چابی دے کر یا زبان سے کھہ کر دارِ مبیعہ کا قبضہ دینا

اگر تخلیہ فعلاً (دفع مفتاح کے ذریعہ) ہو تو دارِ مبیعہ قریب ہو یا بعید؛مشتری کو دار مبیعہ کی چابی سپرد کر دینا،تخلیہ سمجھا جائے گا،اور یہ تحققِ قبضہ کے لیے کافی ہے،چاہے مشتری ابھی تک اس گھر میں داخل نہ ہوا ہو۔البتہ خانیہ میں یہ شرط مذکور ہے کہ چابی دینے کے ساتھ زبانی طور پر تسلیم کے الفاظ (خليت بينك و بين الدار فاقبضه) بھی کہے،جب کہ بحر اور ہندیہ وغیرہ میں یہ شرط نہیں،بظاہر اس شرط سے مقصود صاحب خانیہ کا یہی ہے کہ دفعِ مفتاح بغرض تسلیم ہونے کی تعیین ہے،لہٰذا اگر یہ الفاظ نہ کہے گئے ہوں،مگر قرائن سے واضح ہو کہ دفعِ مفتاح بغرضِ تسلیم ہی ہے تو اتنی بات قبضہ کے لیے کافی ہے۔

اور اگر تخلیہ فقط زبانی ہو،مثلا بائع مشتری کو یہ کہے کہ 'سلمتها إليك' اور دار

مبیعہ اتنا قریب ہو کہ فی الحال اس پر تالا لگا دینا یا داخل ہونا مشتری کے لیے ممکن ہو تو اس قدر الفاظ سے بھی قبضہ ہو جائے گا۔ اور اگر گھر دور ہو تو اس طرح زبانی تخلیہ سے قبضہ کا تحقق نہ ہوگا جب تک کہ مشتری کے اس گھر تک پہنچنے اور اس میں داخل ہونے کے بقدر وقت نہ گذر جائے۔(وإن كانت بعيدة لايتحقق القبض حتى تمضى مدة يمكن فيها الذهاب إليها.)

(فقه البيوع:۳۹۹/۱،بحواله مجلة مع شرحها للأتاسى، ماده:۲۷۰)

وفى الشامية: يتمكن من الذهاب إليهاوالدخول فيها كان قابضا وإلا فلا. (شامی:۹۷/۷)

(۴) بائع جس گھر میں سکونت پزیر ہو اس کا ہبہ اور قبضہ

گھر کے قبضہ کے لیے فقہاء نے اس گھر کا بائع کے سامان سے خالی ہونا شرط قرار دیا ہے، یہ سامان گویا مشتری کے قبضہ میں مانع ہے؛ لیکن فتاوی ہندیہ میں فتاوی ابو اللیث کے حوالے سے لکھا ہے کہ اگر بائع مشتری کو گھر اور سامان سب ایک ساتھ قبضہ میں دے دے تو ''تسلیم'' ہو جائے گی، گھر پر بطور مبیع مالکانہ قبضہ اور سامان پر بطور ودیعت۔

ولكن جاء فى الفتاوى الهندية عن فتاوى أبى الليث: "فإن أذن البائع للمشترى بقبض الدار والمتاع، صح التسليم۔ (فقه البيوع:۳۹۹/۱)

'هبه مشغول بمتاع الواهب' کے درست ہونے کا بھی ایسا ہی حیلہ ذکر کرتے ہوئے فقہاء نے لکھا ہے کہ گھر کا سامان اولاً بطور ودیعت موہوب لہ کے قبضہ میں دے دیا جائے، پھر گھر کا قبضہ دیا جائے تو یہ ہبہ درست ہو جائے گا۔

الحيلة في صحة التسليم أن يودع الواهب المتاع عند الموهوب له أولا ويخلى بينه وبين المتاع ثم يسلم الدار إليه فتجوز الهبة فيها. (بدائع: ١٨٩/٥)

باپ کے ساتھ رھائش پذیر بیٹے کو گھر کا ھبه اور قبضه

آج کل عام طور پر ایسا ہوتا ہے کہ ساتھ رہتے ہوئے باپ بیٹے کو گھر ہبہ کر دیتا ہے، جب کہ باپ بذات خود اپنے سامان کے ساتھ رہائش پزیر ہے۔اس ہبہ کے صحیح ہونے کا حیلہ بھی یہی ہوگا کہ باپ اپنا سامان بطور ودیعت بیٹے کے قبضے میں دے دے، اور گھر بیٹے کے نام پر رجسٹر کروادے اور اس بات کی صراحت کردے کہ باپ کا بیٹے کے گھر میں رہنا، بیٹے کی اجازت سے بطور عاریت ہے تو قبضہ کو صحیح اور مکمل مانتے ہوئے ہبہ درست ہوجانا چاہیے۔

(۳) اندیشه هلاک (واقعی یا معنوی) هوتو عقار میں حسی قبضه.

جیسا کہ ماسبق میں مذکور ہوا: احناف میں امام محمدؒ کے نزدیک عقار میں بھی حقیقی قبضہ ضروری ہے، البتہ جمہور احناف کے نزدیک عقار میں تخلیہ کافی ہے۔ (ہدایہ:۹/۳ ۷، باب المرابحۃ والتولیۃ، شامی: ۳٦۹/۷)

اتفقت المذاهب الأربعة على أن القبض في العقار يحصل بالتخلية، وهو كما قال الكاساني رحمه الله تعالى: أن يخلّي البائع بين المبيع وبين المشتري برفع الحائل بينهما على وجه يتمكن

المشتری من التصرف فیه، فیجعل البائع مسلما للمبیع، والمشتری قابضاله۔" (فقه البیع: ۳۹۸/۱)

البتہ علامہ ابن الہمام نے عقار میں بھی جہاں حقیقۃ ہلاک کا اندیشہ ہو، مثلا سمندر یا دریا کے قریب زمین ہے، تو اس بات کا اندیشہ ہے کہ سمندر اس کے اوپر آجائے اور زمین ختم ہوجائے، اسی طرح پہاڑی علاقوں میں صورتِ حال یہ ہوتی ہے کہ کسی وقت پوری زمین گر جائے؛ ایسی صورتوں میں زمین کی ہلاکت کا اندیشہ ہونے کی صورت میں وہ فرماتے ہیں کہ اصل قاعدہ پر عمل کیا جائے گا اور اس کی بیع بھی بیع قبل القبض کی وجہ سے ناجائز ہوگی۔

(٤) سرکاری کاغزات اور دفاتر میں اندراج

سرکاری دفاتر اور کاغذات میں رجسٹری کرادینا، بالفاظ دیگر جائداد کسی کے نام پر لکھ دینا؛ کیا قبضہ سمجھا جائے گا یا نہیں؟ یعنی بائع دارِ مبیعہ سرکاری کاغذات میں مشتری کے نام پر منتقل کردے اور تخلیہ یا قبضہ حقیقی کی کوئی صورت نہ پائی جائے تو کیا عقد مکمل ہوجائے گا اور انتقال ضمان ہوجائے گا؟ اور اب مشتری اس مکان و زمین کو دوسرے کے ہاتھ فروخت کرسکتا ہے؟

اس سلسلے میں شیخ مصطفیٰ زرقاءؒ فرماتے ہیں کہ یہ اندراج شرعی قبضہ اور تسلیم کے لیے کافی ہے۔ جب کہ جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ سرکاری رجسٹری شرعی قبضہ اور تسلیم مبیع کے لیے کافی نہیں۔

شیخ مصطفیٰ زرقاءؒ نے اپنی کتاب 'عقد البیع' ص:۱۱۸ تا ۱۲۱ پر تفصیل کے

ساتھ اور "المدخل الفقہی العام" ص:۷۰۶ اور ۹۵۵ پر اپنے اس نظریہ کو ذکر فرمایا ہے۔ "المدخل الفقہ العام" کی عبارت درج ذیل ہے:

يجب الانتباه اليوم إلى أنه في البلاد التي يوجد بها سجل ونظام عقاريان بحيث تكون قيود السجل هي المعتبرة في ثبوت الحقوق العقارية وانتقالها كما في بلادنا (سوريا) يعتبر تسجيل بيع العقار في صحيفته من السجل العقاري في حكم التسليم الكافي، ولو كانت الدار مشغولة بأمتعة البائع أو بحقوق مستأجر، ذلك لأن قيد السجل عندئذ يغني عن التسليم الفعلي، ويقطع علاقة البائع فيصبح أجنبيًا، وعلى هذا استقر اجتهاد محكمة التمييز السورية، وإذا ظل بائع العقار شاغلا له بعد التسجيل وممتنعا عن تفريغه وتسليمه تنزع يده عنه بقوة القضاء، كمالو شغله غصبا بلا حق بعد التسليم، فيبقى هذا الحكم الفقهى بالنسبة إلى الأموال غير المنقولة مقصورا على الأمكان التى ليس فيها سجل ونظام عقاريان من هذا القبيل۔ (المدخل الفقه العام:٧٠٦)

فبناء على ذلك يصبح من الضرورى فى فقه الشريعة أن يعتبر لتسجيل العقد العقارى حكم التسليم الفعلى للعقار فى ظل هذه الأوضاع القانونية التنظيمية الجديدة۔ (المدخل الفقهى:٩٥٥)

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے شیخ مصطفیٰ کے نظریہ اور دلائل کا بہترین تجزیہ فرماتے ہوئے اس نظریہ کی کافی وشافی طریقے سے تردید فرمائی ہے،

جس کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:

شیخ زرقاء کے پیش کردہ نظریہ پر اوّلاً یہ اشکال ہوتا ہے کہ سرکاری رجسٹری کی قانونی حیثیت ملکیت کی دلیل اور ثبوت سے زیادہ نہیں ہے، اس سے قانوناً ملکیت ثابت کی جاسکتی ہے، جب کہ 'قبضہ' ملکیت سے زائد شئی ہے۔ شیخ زرقاء کا بطور دلیل یہ کہنا کہ 'رجسٹری کے بعد، اجرت کے استحقاق، قبضہ چھڑوانے کا مقدمہ کرنا، اجرت پر استحقاق جتانا وغیرہ؛ سب مشتری کی جانب منتقل ہوجاتے ہیں'۔ یہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ باوجود رجسٹری کے مشتری کو ابھی قبضہ نہیں ملا، مبیع بائع کے قبضہ میں ہے، اور اسی لیے رفع دعوی کا محتاج ہے۔

شیخ مصطفیٰ زرقاء اس اعتراض کا یہ جواب دیتے ہیں کہ سرکاری رجسٹری کے بعد مشتری کو قانوناً حق ہوتا ہے کہ بائع کا قبضہ خالی کروادے، گرچہ اس نے ابھی ثمن ادا نہ کیا ہو، اگر یہ رجسٹری قانوناً تسلیم وقبض نہیں تو پھر بائع کو حبس مبیع کا اختیار ہوتا۔

لیکن۔۔۔ شیخ زرقاءؒ کا یہ نظریہ دو وجہوں سے محل نظر ہے:

(ا) شریعت کی نظر میں اصل قبضہ یہ ہے کہ مبیع کا ضمان بائع کی طرف سے مشتری کی طرف منتقل ہوجائے۔ اب سوال یہ ہے کہ عقد کے بعد کوئی عمارت مشتری کے نام پر رجسٹر ہوگئی، مگر ابھی وہ بائع کے استعمال میں ہے اور قبضہ نہیں دیا گیا، اور اس درمیان تخلیہ سے پہلے وہ عمارت ہلاک ہوجائے تو کیا مشتری کا نقصان سمجھا جائے گا؟ ظاہر ہے کہ اس کا نقصان مشتری کے ذمہ نہ ہوگا۔ اسی طرح

شیخ زرقاءؒ کا یہ کہنا کہ سرکاری رجسٹری کے بعد عقار کا رہن بھی مکمل ہوجاتا ہے، گرچہ شئ مرہون پر قبضہ نہ دیا گیا ہو، حنفیہ کے مذہب کے مطابق درست نہیں، کیوں کہ یہ رہن مقبوض نہیں، اور راہن ہی کے پاس شئ مرہون ہلاک ہوجائے تو اسی کا نقصان ہوگا، ولا یضمن بالاقل من قیمته و من الدین۔

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ بہت سے ملکوں میں ٹیکس سے بچنے اور آمدنی چھپانے وغیرہ کی غرض سے املاک کو مالک کے علاوہ دوسرے کسی شخص کے نام پر رجسٹر کروایا جاتا ہے۔ بیع تلجۂ اور عقد صوری (Benami Transactions) ایسے ہی عقد ہیں جو غیر مقصود ہوتے ہیں، ظاہر ہے کہ اگر رجسٹری ایسے مصنوعی عقود کی بھی ہوتی ہو تو ایسی رجسٹری تو ملکیت کے اثبات کے لیے بھی کافی نہیں ہوتی، چہ جائیکہ قبضہ میں کافی سمجھی جائے۔ ایسے مصنوعی اور بے نامی عقود قانونا معتبر بھی ہوتے ہیں، یعنی انہیں بے نامی اور مصنوعی ہی سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ اگر مناسب ثبوت کے ساتھ یہ ثابت کردیا جائے کہ یہ رجسٹری ظاہری اور مصنوعی عقد کے طور پر ہے، تو قانونا اس بات کو تسلیم کرکے رجسٹری کو ملکیت کی دلیل نہیں مانی جاتی۔

واضح رہے کہ اس مسئلہ کی دو جہتیں ہیں: (۱) سرکاری رجسٹری، قبضہ کی منجملہ صورتوں میں ایک صورت سمجھی جائے۔ یعنی عقد صحیح ہونے اور دیگر ضروری امور پائے جانے کے بعد قبضہ سے متعلق احکام میں تسلیم المفتاح، تخلیہ، غلق ابواب، وغیرہ کی طرح فقط سرکاری رجسٹری کو کافی سمجھا جائے۔

(۲) دوسری صورت یہ ہے کہ سرکاری طور پر قبضہ کے لیے یہی ایک صورت

طے کردی جائے، جیسا کہ بعض حضرات کی رائے ہے کہ زمین کے سودوں میں ہونے والی دھوکہ بازی اور جعل سازی روکنے کے لیے فقط رجسٹری ہی کو دلیل قبض سمجھا جائے، یعنی جس کے نام رجسٹری ہو اسی کو مالک سمجھا جائے، اور کسی کو مالک نہ سمجھا جائے۔ یہ صورت یہاں زیر بحث نہیں۔

اور جیسا کہ اوپر مذکور ہوا، سرکاری طور پر قبضہ کی دیگر صورتیں بھی معتبر ہیں نیز رجسٹری کے پیچھے قبضہ کے علاوہ بھی دیگر مقاصد (ظاہری اور مصنوعی عقد وغیرہ) ہونے کو قانوناً بھی معتبر سمجھا جاتا ہے، یعنی اگر کوئی شخص معتبر ثبوت کے ساتھ عدالت میں یہ ثابت کردے کہ یہ رجسٹری برائے نام، مصنوعی طور پر دوسرے مقصد کے لیے کی گئی تھی، تو قانوناً یہ دلیل تسلیم ہوگی اور رجسٹری سے قبضہ یا عقد ثابت نہیں ہوگا۔ اس لیے اب دیکھنا یہ ہے عقار اور عمارت کی بیع کے بعد کس صورتِ حال میں رجسٹری ہو رہی ہے؟

(۱) اگر زمین و جائداد بائع کے قبضہ میں مشغول نہیں اور رجسٹری بطور تخلیہ کے ہی ہے، تو یہ رجسٹری یقیناً قبضہ اور تسلیم کے قائم مقام ہوگی اور رجسٹری کے بعد اس زمین کو آگے بیچنا درست ہے۔

(۲) اگر بیع و ہبہ کے ایجاب وقبول کے بعد بھی زمین بائع کے پاس مشغول ہے، اس صورت میں فقط تخلیہ کافی نہیں، تو رجسٹری بھی فقط تملیک کی توثیق کے لیے ہوگی۔

(۳) رجسٹری سے تملیک کی توثیق کے بعد اگر دونوں کے اتفاق سے مشتری مالکانہ تصرف کرے تو اقتضاءً قبضہ مان کر تصرف درست ہو جائے گا، جیسا

کہ فقہ البیوع کے حوالے سے سابق میں گذر چکا، مفتی محمد تقی عثمانی صاحب نے اس موقع پر دلیل کے طور پر خیارِ شرط کے اس مسئلہ کو پیش کیا ہے:

ولو كان فيها ساكن بأجر، فباعها البائع برضا المستأجر، وشرط الخيار للمشتري، فتركه المشتري فيها أو استأوى الغلة، فهوإجازة؛ لأن الأجرة بدل المنفعة، فكان أخذها دلالة قصد تملك المنفعة أو تقرير ملك المنفعة، وذلك قصد تملك الدار أو تقرر ملكه فيها، فكان إجازة۔ (بدائع الصنائع: ٥/٢٧٠)

(۴) بیع یا ہبہ کسی قسم کے ایجاب وقبول اور عقد کے بغیر فقط کسی کے نام پر رجسٹری کردی جائے تو یہ تملیک کی بھی دلیل اور ثبوت نہیں، چہ جائیکہ اس کو قبضہ سمجھا جائے۔

وبيع التلجئة وهو أن يظهر عقدا وهما لايريدانه يلجأ إليه لخوف عدو وهو ليس ببيع فى الحقيقة بل هو كالهزل الخ۔ (درمع الشامي: ٥٤٢/٧)

رجسٹری کی کچھ اور صورتیں بھی ہوسکتی ہیں:

(۵) مثلاً باپ اپنے بیٹوں کو دینے کی نیت سے کوئی زمین خریدے اور بطور مالک ان کا نام رجسٹری میں درج کردے، درحقیقت یہ باپ کی طرف سے خرید کردہ زمین کا بیٹوں کو ہبہ ہے اور رجسٹری سے ہونے والا قانونی قبضہ، قبضہ تام سمجھا جائے گا۔

(٦) باپ اپنی جائداد بغرض تقسیم وتملیک بیٹوں کے نام رجسٹری کرادے،

یہ بھی ہبہ ہے، رجسٹری سے ہونے والا قانونی قبضہ عقار میں قبضہ تام سمجھا جائے گا۔
(فتاوی قاسمیہ: ۱۹/۵۴۴)

باپ کی حیاتی میں اولاد کو ھبہ

مورث کی موت کے بعد عام طور پر تقسیم میراث کے بارے میں اعتدال باقی نہیں رہتا، لڑکیوں کو تو حیلہ بہانے سے کسی طرح دست بردار رکھنے کی کوشش کی جاتی ہے، اور لڑکوں کے درمیان میں بھی صحیح طور پر مساوات قائم نہیں کی جاتی؛ اس لیے مورث اپنی زندگی میں اپنی جائداد اور دولت اولاد کے درمیان تقسیم کرنا چاہے تو اس کی کیا صورت ہوگی؟

اولاد کے درمیان اس طرح کے نزاع اور اختلاف کو ختم کرنے کا ایک طریقہ تو یہ ہے کہ آدمی اپنی زندگی میں میراث کے شرعی اصول کے مطابق تمام ورثاء کے حصے تحریر کرے اور انہیں اپنی موت کے بعد اسی کے مطابق جائداد تقسیم کرنے کی وصیت و تاکید کردے۔ ظاہر ہے کہ یہ وصیت اصطلاحی نہیں ہے، فقط تاکید ہے، اور ایسا کرنا درست ہے۔

اولاد کے اختلاف کو ختم کرنے کا دوسرا طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ آدمی اپنی زندگی میں اپنی جائداد تقسیم کرکے اپنی اولاد کے قبضہ میں دے دے۔ ظاہر ہے کہ آدمی کی زندگی میں اس کی اولاد کا کوئی حق باپ کی ملکیت میں نہیں تھا۔ اس لیے باپ اگر انہیں کچھ دیتا ہے تو یہ ہبہ کے حکم میں ہوگا۔

یہاں اسی کے متعلق کچھ تفصیل بیان کی جاتی ہے۔ جو فتاوی قاسمیہ

ماخوذ جلد۲۱ سے ہے۔

زندگی میں ترکہ تقسیم کرنا

اگر آدمی اپنی موت سے قبل زندگی میں اپنی جائداد اور مال متروک اولاد کے درمیان تقسیم کر دینا چاہتا ہے، تا کہ اس کے موت کے بعد اولاد کے درمیان کسی قسم کے جھگڑے اور لڑائی کی نوبت نہ آ سکے تو اس کی مختلف شکلوں میں سے ایک شکل درج ذیل ہے:

ہبہ کی شکل : زندگی میں تقسیم کر کے مالک بنادینا

زندگی میں اولاد کے درمیان جائداد اور سرمایہ کو تقسیم کر کے مالک بنا دیا جائے، تا کہ مرنے کے بعد کسی قسم کے جھگڑے کی نوبت نہ آ سکے، تو ایسی صورت میں یہ معاملہ ہبہ کے حکم میں ہو جائے گا اور زندگی میں جب اولاد کو ہبہ کر کے قبضہ دے دیا جائے تو اس حصہ اور عطیہ میں اولاد کے درمیان مساوات اور برابری قائم رکھنے میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے، یعنی لڑکوں اور لڑکیوں کو برابر دیا جائے، کمی زیادتی نہیں کی جائے گی، البتہ امور میں اختلاف ہے: (۱) یہ حکم مستحب ہے یا واجب؟ (۲) ذکور واناث، دونوں میں مساوات کا حکم ہے یا الگ الگ؟

یہ حکم مستحب ہے یا واجب ؟

حضرت امام احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ، سفیان ثوریؒ، مجاہد بن جبیرؒ، طاؤس، عروۃ، داؤد وغیرہ کے نزدیک تساوی اور برابری قائم رکھنا واجب ہے اور اس کی خلاف ورزی حرام ہے، البتہ حضرت امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور

جمہور علماء کے نزدیک یہ حکم واجب نہیں ہے، بلکہ صرف مستحب ہے اور اس کی خلاف ورزی مکروہِ تنزیہی ہے، اور دونوں فریق حضرت لقمان بن بشیر کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں حضرت سید الکونین علیہ السلام کا یہ ارشاد وارد ہوا ہے:

'فاتقوا اللّٰہ و اعدلوا بین اولادکم' پس تم اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان برابری قائم رکھو۔ (بخاری شریف: ۳۵۲/۱)

اس عبارت کو فریق اول وجوب پر محمول کرتے ہیں اور جمہور علماء اس کو استحباب پر محمول فرماتے ہیں: کیوں کہ مسلم شریف میں اسی حدیث میں یہ الفاظ بھی وارد ہوئے ہیں:

فاشهدوا على هذا غيرى أيسرك أن يكونوا إليك فى البر سواء قال: بلى فقال فلا إذن.

لہٰذا تم اس پر میرے علاوہ کسی اور کو گواہ بنالو، پھر فرمایا کیا تم کو یہ بات اچھی لگے گی کہ تمہاری اولاد تمہارے بھلائی کرنے میں برابر ہوں؟ کہا جی تو آپ نے فرمایا یہ بھی ایسا ہی ہے۔ (مسلم: ۳۷/۲)

حدیث شریف میں اس عبارت پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ حکم وجوب کے لئے نہیں ہے: بلکہ ترغیبی اور استحبابی ہے کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس طرح تم یہ چاہتے ہو کہ تمہاری ساری اولادیں تمہارے ساتھ بھلائی اور تمہاری خدمت کرنے میں برابر ہو، لہٰذا 'فاتقوا اللّٰہ واعدلوا بین أولادکم' میں امر کا صیغہ وجوب کے لئے نہیں، بلکہ اس میں امر کا صیغہ ترغیب

کے لئے ہے جو استحباب کو ثابت کرتا ہے۔

فمذهب الشافعی و مالك وأبی حنيفة أنه مكروه وليس بحرام و الهبة صحيحة، وقال طاؤس وعروة ومجاهد والثوری واحمد واسحاق و داؤد هو حرام واحتجوا برواية لا أشهد علی جور۔ و (قوله) أن قوله عليه السلام: أ شهد علی هذا غيری دليل علی أنه ليس بحرام، فيجب تأويل الجور علی أنه مكروه كراهة تنزيهة۔ (حاشية البخاری: ۳۵۲/۱، وحاشية مسلم: ۳۷/۲)

زندگی میں اولاد کو ہبہ کرنے میں مساوات

دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ زندگی میں اولاد کو ہبہ اور عطیہ دینے میں مساوات اور برابری قائم رکھنے کا کیا حکم ہے؟ اس میں دو صورتیں پیش آتی ہیں:

(۱) مذکر اولاد میں کم زیادہ کا فرق۔

اگر آدمی کی ساری اولاد اطاعت، استطاعت اور اکتساب میں برابر ہیں کوئی بھی نافرمان نہیں ہے، کمزور یا محتاج بھی نہیں، اور باپ زندگی میں تقسیم کر کے سب کو دیتا ہے، مگر بعض کو کچھ زیادہ اور بعض کو کم دیتا ہے اور دینے میں برابر اور مساوات قائم نہیں رکھتا ہے، مثلا: کوئی لڑکا معذور اور مجبور ہے یا کوئی ماں باپ کی خدمت زیادہ کرتا ہے اس لئے اس کو دوسروں سے زیادہ دیتا ہے اور اس میں کسی کو نقصان اور ضرر پہنچانا مقصد نہیں ہے تو اس طرح زیادہ دینا مباح اور لا باس بہ کے درجے میں ہے اور اگر کوئی ایسی وجہ ترجیح نہیں ہے: بلکہ ساری اولاد کے حالات تقریبا برابر ہیں، اس کے باوجود بلا وجہ کسی کو زیادہ دیتا ہے اور کسی کو کم دیتا ہے تو

جس کو کم دیا جائے اس کو بالقصد نقصان وضرر پہنچانے کے مرادف ہوگا۔ ایک باپ کے لیے ایسا کرنا مناسب نہیں ہے، اس لئے ایسا کرنا حنفیہ اور جمہور علماء کے نزدیک مکروہ ہے، کیوں کہ اس میں بلاوجہ بعض اولاد کی دل شکنی ہے اور حدیث شریف میں اس سے بچنے کی سخت تاکید وارد ہوئی ہے۔

عن عامر قال: سمعت النعمان بن بشير وهو على المنبر يقول: أعطاني أبي عطية فقالت عمرة بنت رواحة: لا أرضى حتى تشهد رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فاتى رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم فقال إني أعطيت ابني من عمرة بنت رواحة عطية فامرتني أن أشهدك يا رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال: أعطيت سائر ولدك مثل هذا ؟قال : لا. قال: فاتقوا اللّٰه واعدلوا بين أولادكم قال فرجع فرد عطيته۔ (بخاری شریف: ۳۵۲/۱)

روى عن أبي حنيفة أنه لابأس به إذا كان التفضيل لزيادة فضل له في الدين فإن كانا سواء يكره. (على هامش الهندية: ۲۷۹/۳)

ولو وهب في صحته كل المال للولد جاز وأثم۔

وفي الشامية ولو وهب جميع ماله من ابنه جاز قضاءً وهو آثم۔ (شامی: ٦٠٧/١٢)

لابأس بأن يعطي من أولاده من كان عالما متأدب ولا يعطي منهم من كان فاسقا فاجرًا۔ (مجمع الانهر: ٤٩٧/٣، كوئته)

وروى المعلى عن أبي يوسف أنه لابأس به إذا لم يقصد به

الإضرار وإن قصدبه سوی بینهم. (شامی:۶۰۸/۱۲)

لابأس بتفضیل بعض الأولاد فی المحبة لأنها عمل القلب، وکذا فی العطایا إذا لم یقصد به الإضرار، وإن قصده فسوی بینهم. (شامی کتاب الهبة: ۵۰۱/۸،۵۰۲)

یکره تفضیل بعض الأولاد علی البعض فی الهبة حالة الصحة إلا لزیادة فضل له فی الدین وإن وهب ماله کله لواحد جاز قضاء و هو آثم۔ (البحرالرائق:۴۹۰/۷)

وإن قصد به الإضرار سوی بینهم۔ (عالمگیری: ۴۱۶/۴)

قال النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم: اعدلوا بین أولادکم فی العطیة. (صحیح البخاری کتاب الهبة تحت ترجمة الباب الهبة للولد: ۳۵۲/۱)

ولوکان ولده فاسقا لایعطی له۔ (البحرالرائق:۴۹۰/۷)

مذکر و مؤنث کے درمیان فرق اور مساوات

دوسری صورت یہ ہے کہ مذکر ومؤنث کے درمیان فرق کیا جائے کہ مذکر کو زیادہ اور مؤنث کوکم دے،تو اس طرح ہبہ میں بھی میراث کے اصول کے مطابق مذکر کومؤنث کے مقابلے میں دوگنا اور مؤنث کو مذکر کا نصف اورآدھا دینا کیسا ہے ؟ تواس بارے میں علماء کے درمیان اختلاف ہے۔

حنفیہ میں سے امام محمدؒ کے نزدیک لڑکیوں کولڑکوں کے برابر دینا مستحب نہیں، بلکہ تقسیم میراث کے اصول کے مطابق للذکر مثل حظ الانثیین کے

ضابطے سے ایک لڑکے کو دو لڑکیوں کے حصے کے برابر دینا ہوگا؛ اس لئے کہ اللہ نے قرآن میں تاکید کے ساتھ یہی حکم بیان فرمایا ہے، لہٰذا باری تعالیٰ کے بیان کردہ تقسیم کے طریقے کو اختیار کرنا زیادہ اولی اور زیادہ بہتر ہوگا۔

جب کہ حنفیہ میں سے حضرت امام ابو یوسفؒ کے نزدیک زندگی میں اولاد کے درمیان جائداد تقسیم کر کے مالک بنادینے میں مذکر ومؤنث کے درمیان مساوات اور برابری قائم رکھنا مستحب ہے؛ لہٰذا لڑکیوں کو بھی لڑکوں کے برابر دینا مستحب ہوگا اس کے خلاف ورزی کرنا مکروہ ہوگا، اور حنفیہ کا فتوی حضرت امام ابو یوسفؒ کے قول پر ہے۔

وقال محمد: يعطى للذكر ضعف مايعطى للانثى والفتوى على قول أبي يوسف . (على هامش الهندية: ۲۷۹/۳، زكريا)

وقال الحنابلة ومحمد من الحنفية: للأب أن يقسم بين أولاده على حسب قسمة الله في الميراث فيجعل للذكر مثل حظ الانثيين۔ لأن الله قسم بينهم كذلك، واولى مااقتدى به۔ هو قسمة الله.

(الفقه الاسلامي وادلته: ٧٠٥/٤)

يعطى البنت كالابن عند الثانى وعليه الفتوى أي على قول أبى يوسف التنصيف بين الذكرو والانثى أفضل من التثليث الذى هو قول محمدؒ قال فى البزازية: الأفضل فى هبة البنت والابن التثليث كالميراث وعند الثانى التنصيف هو المختار۔ (درمختار: ٦٠٧/١٢)

المختار التسوية بين الذكر والانثى فى الهبة (البحر: ٤٩٠/٧)

یعطی الابنۃ مثل مایعطی للابن وعلیہ الفتوی.
(عالمگیری: ۳۹۱/٤، زکریا قدیم)

مرض الموت کے ھبہ کا بیان

(۱) مرض الموت کی تعریف

احناف نے مرض الموت کی تعریف اس طور پر کی ہے: مرض الموت ایسی بیماری ہے کہ جس میں موت کا خوف غالب ہو اور انسان بیرونِ خانہ کام کاج سے عاجز ہو جب کہ مریض مرد ہو، اور اندرونِ خانہ کام کی انجام دہی سے عاجز ہو جب کہ مریض عورت ہو؛ اور ایک سال گذرنے سے پہلے اسی مرض میں وفات پاجائے خواہ صاحب فراش ہو یا نہ ہو۔

علامہ حصکفیؒ نے لکھا ہے کہ بیماری یا کسی اور وجہ سے اس کی ہلاکت یقینی ہو اور انسان گھر سے باہر نکل کر اپنی ضروریات پوری کرنے سے قاصر ہو۔

فقیہ ابواللیث سے منقول ہے کہ وہ مرضِ موت کے تحقق کے لئے فریش ہونے کو ضروری قرار نہ دیتے تھے، اس بات کو کافی سمجھتے تھے کہ عام طور پر یہ بیماری ہلاکت پر منتج ہوتی ہو، گرچہ انسان گھر سے باہر نکلتا ہو۔

البتہ ایسے امراض جو عام طور پر طویل المدت ہوا کرتے ہیں وہ اسی وقت مرض موت شمار ہوں گے جب کہ ان میں مسلسل اضافہ ہو رہا ہو اگر وہ ایک خاص حد پر آکر رک گیا اور سال بھر بھی اضافہ نہیں ہوا تو یہ مرض موت شمار نہیں کیا جائے گا۔ درمختار میں ہے کہ اپاہج، مفلوج، شل زدہ کا مرض طول پکڑلے اور وہ فریش نہ

ہوا تو صحت مند کی طرح ہے، پھر شمس الائمہ حلوائیؒ سے منقول ہے کہ مرض کے طویل ہونے کی حد ایک سال ہے، اور قنیہ میں ہے کہ مفلوج، شل زدہ کا مرض جب تک بڑھتا ہے وہ مریض موت ہی کے حکم میں ہے، گویا جو مرض وقفۂ صحت کے بغیر موت پر منتج ہو مرض وفات ہے۔

مرض الموت هو الذى يخاف فيه الموت فى الأكثر، الذى يعجز المريض عن روية مصالحه الخارجة عن داره إن كان من الذكور ويعجزه عن روية المصالح الداخلة فى داره إن كان من الإناث ويموت على ذلك الحال قبل مرور سنة، صاحب فراش كان أولم يكن. (المادة: ١٥٩٥ من مجلة الاحكام)

من غالب حاله الهلاك بمرض أو غيره بأن أضناه مرض عجز به عن إقامة مصالحه خارج البيت. (شامى: ٤،٣/٥)

المقعد والمفلوج والمسلول إذا تطاول ولم يقعده فى الفراش كالصحيح ثم رمز شح، حد التطاول سنة، انتهى فى القنية، المفلوج والمسلول والمقعد مادام يزداد كالمريض. (شامى: ٦،٥/٥)

فينبغى اعتبار غلبة الهلاك فى حقه وهو مامر عن أبى الليث و ينبغى اعتماده لما علمت من أنه كان يفتى به الصدر الشهيد. (شامى:٤/٥)

وفى نور العين: قال أبو الليث : كونه صاحب فراش ليس بشرط لكونه مريضا مرض الموت بل العبرة للغلبة لو الغالب من هذا المرض

الـمـوت فهـو مرض الموت وإن كان يخرج من البيت وبه كان يفتى صدر الشهيد۔ (شامی: ٤/٥)

حکم کے اعتبار سے مرض الموت میں داخل حالت

فقہاء نے حکم کے اعتبار سے مرض الموت کے قائم مقام مختلف اور متعدد حالات کو قرار دیا ہے، درانحالیکہ وہاں نہ ہی کوئی مرض ہوتا ہے اور نہ ہی صحت ناساز؛ ایسے چند احوال مع شرائط یہاں ذکر کیے جاتے ہیں:

(۲) المقاتل فی الحرب

کوئی شخص میدان کارزار میں ہو، معرکہ زور پر ہو، دونوں فریق دست و گریباں ہوں؛ تو ایسی حالت میں مقاتل کو مرض الموت کے مریض کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔

ويـؤيد مافى الفتح ماذكره فى معراج الدراية من كتاب الوصايا لـو اختـلطت الطائفتان للقتال وكل منهما مكافهة أو مقهورة فهو فى حكم مرض الموت (شامی:٦/٥)

(۳) المرأة الحامل

احناف کے نزدیک حاملہ عورت جب دردِ زہ میں مبتلاء ہو؛ تو اس کو بھی مرض الموت کے مریض کے حکم میں شامل کیا جائے گا۔

والمرأة إذا أخـذهـا الـطلق كالمريض والمراد به وجع يقترن به الـفـصـال الـولـد لأن الـمـعتبـر في مرض الموت مايتصل به الموت.

(شرح المجلة المادة: ١٥٩٥، ٤/ ٦٦٠)

الحامل إذا أخذها المخاض حكمها حكم مريض الموت.

(تاتارخانيه:١٤/ ٤٨٨)

(٤) المحكوم عليه بالقتل

جس آدمی کی قتل کے لئے پیشی ہو، خواہ اس کا سبب قصاص ہو یا رجم وغیرہ؛ تو یہ بھی مرض الموت کے مریض کے حکم میں ہوگا۔

أو قدم ليقتل من قصاص أو رجم۔ (شامی:٦/٥)

(٥) سمندر کا سفر

اگر سمندر میں تلاطم نہ ہو تو یہ خوف کا حال نہیں ہے اور اگر موجوں میں تلاطم ہو اور طوفانی ہوا چل رہی ہو اور ڈوبنے کا اندیشہ ہو تو اس وقت مرض الموت کے مریض کے حکم میں شامل ہوگا۔

ولو قدم ليقتل أو بارز قرنه وخرج من الصف فهو كالمريض إذ الغالب من هذه الحالة الهلاك فترتب عليه أحكام المريض إذا مات في ذلك الوجه،

ولو كان في السفينة فهو كالصحيح إلا إذا هاجت الأمواج فيصير في حكم المريض في تلك الحالة، لأنه يخشى عليه منها الموت غالبا.... والمرأة إذا ما أخذها الطلق فهي في حكم المريض إذا ماتت من ذلك، لأن الغالب منه خوف الهلاك (بدائع:٣/ ٣٥٤)

پرانے امراض کا حکم

پرانے امراض یا طویل المدت امراض مرض الموت کے حکم میں نہیں، ہاں جبکہ مرض کی حالت بدل جائے اور سخت خراب ہو جائے یہاں تک کہ ہلاکت کا اندیشہ ہو جائے تو تغیر کی حالت مرض الموت ہوگی جب کہ اسی حالت میں موت واقع ہو جائے۔

علامہ کاسانیؒ فرماتے ہے یہی حکم فالج زدہ اور اس جیسے انسان کا ہے جب کہ فالج طول پکڑ لے یعنی وہ تندرست انسان کے حکم میں ہوگا؛ کیونکہ اس قسم کا حال جب طول کھینچتا ہے تو اس سے اکثر موت کا خوف نہیں رہتا، لہٰذا مرض الموت نہیں رہا، لیکن اگر مریض کی حالت اس حال سے ابتر ہوگئی اور اسی ابتری کے عالم میں انتقال ہوگیا تو مریض کی حالت تغیر مرض الموت متصور ہوگی، کیونکہ جب اس کی حالت متغیر ہوتی ہے تو اس کی وجہ سے موت کا اندیشہ بڑھ جاتا ہے لہٰذا وہ مرض الموت ہوا، ایسا ہی حکم لنجے اور اپاہج شخص کا ہے۔

الأمراض المزمنة أو الممتدة لا تعد مرض الموت إلا إذا تغير حال المريض واشتد وخيف منه الهلاك فيكون حال التغير مرض الموت إن اتصل بالموت. (الموسوعة الفقهية: ۷/۳۷)

جاء في البدائع الصنائع: وكذلك صاحب الفالج والسل والنقرس ونحوها إذا طال به ذلك فهو في حكم الصحيح لأن ذلك إذا طال لايخاف منه الموت غالبا فلم يكن مرض الموت إلا إذا تغير حاله من ذلك ومات من ذلك التغير فيكون حال التغير مرض الموت

لأنه إذا تغير يخشى منه الموت غالبا فيكون مرض الموت، و كذا الزمن و المقعد و يابس الشق۔ (بدائع: ٣/٣٥٤)

مرض الموت میں ھبہ کے احکام

مرض الموت میں غیر وارث کے لئے ھبہ

مرض الموت میں مریض کی طرف سے مال میں سے کچھ یا کل مال کسی کے لئے ہبہ کردیا جائے تو مریض کے مختلف احوال اور موہوب لہ کے مختلف ہونے سے احکام مختلف ہوتے ہیں ذیل میں اس کی مختلف صورتیں اور ان کا حکم تحریر کیا جاتا ہے۔

مرض الوفات میں مریض نے غیر وارث کو ہبہ دیا تو اس کی دو حالتیں ہیں:

(۱) مریض کا کوئی وارث ہوگا اور اس نے غیر وارث کو مال ہبہ کردیا۔

(۲) یا مریض کا کوئی وارث ہی نہیں اور اس نے غیر وارث کو مال ہبہ کردیا۔

(۱) ورثاء کی موجودگی میں اجنبی کو ھبہ

پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ مرض الموت کے مریض کا غیر وارث کو ہبہ کرنا وصیت کے حکم کی طرح ہوگا، جس طرح وصیت مال کے تہائی حصہ سے نافذ ہوتی ہے اسی طرح مریض کا ہبہ بھی مال کے تہائی حصہ سے نافذ ہوگا، چونکہ اس کے مال میں دیگر ورثاء کا حق بھی لاحق ہوتا ہے، اسی وجہ سے شریعت نے دیگر ورثاء کی حقوق کی رعایت کرتے ہوئے ہبہ کو ثلث مال تک منحصر کردیا۔

بالفاظِ دیگر مورث کو تہائی مال کی وصیت کرنا یا ہبہ دینا درست اور جائز ہے

اور تہائی سے زائد کی وصیت اور ہبہ کرنا درست نہیں ہے۔

یجب أن یعلم بأن هبة المریض هبة عقد و لیست بوصیة و اعتبارها من الثلث ماكانت لأنها وصیة ولكن لأن حق الورثة یتعلق بمال المریض وقد تبرع بالهبة فیلزمه تبرعه بقدر ماجعل الشرع له وهو الثلث وإن كان هذا التصرف هبة عقدا شرط له سائر شرائط الهبة ومن جملة شرائطها قبض الموهوب له قبل موت الواهب. (تاتارخانیة: ٤٨٤/١٤)

واستدل الفقهاء على اعتبار هبة المریض للاجنبی من ثلث ماله كالوصیة. (الموسوعة الفقهیة:١٠/٣٧)

وهب فی مرض ولم یسلمه حتی مات بطلت الهبة لأنه وإن كان وصیة حتی اعتبر فیه الثلث فهو هبة حقیقة. (فتاوی بزازیة علی هامش الهندیة: ٢٤٠/٦)

لأن الهبة عقد تبرع فیتم بالمتبرع فصار هو عندنا بمنزلة الإقرار والوصیة . (فتح القدیر:١٩/٩)

وأما هبة أي المریض لأجنبی فتصح من كل ماله إن أجاز الورثة وإلا فمن الثلث فقط ویجب علیه رد ما زادعلی الثلث لأنه كما قلنا: للهبة حینئذ حكم الوصیة والوصیة بأكثر من الثلث لا تجوز. (شرح المجلة المادة: ٨٧٩، ٤٠٤/٣)

قال فی الأصل: ولا تجوز هبة المریض ولا صدقته إلا مقبوضة

فـإذا قبض جازت من الثلث و إذا مـات الـواهب قبل التسليم بطلت .

(هنديه: ٤/ ٥٤٥، تاتارخانية:٤ ١/ ٤٨٤)

(۲) ورثاء کی عدم موجودگی میں مورث اجنبی کو ہبہ کرے

اگر مورث کا کوئی وارث موجود نہیں، تو اس کو اپنے مال میں ہبہ کا مطلق اختیار ہوگا، اس میں مخصوص حصہ کی تحدید کی قید نہیں ، وہ چاہے تو اپنا کل مال ہبہ کردے؛ بہرحال اس کا ہبہ شرعی طریقہ پر نافذ ہوگا اور بیت المال کے ذمہ دار حضرات کو اس کے تصرف میں دخل اندازی کا حق حاصل نہ ہوگا۔

شرح مجلۃ کے مادۃ (۸۷۷) میں مذکور ہے کہ جب مریض اپنے ورثاء کی عدم موجودگی میں کل مال ہبہ کرکے اسے سپرد کردے تو اس کا ہبہ صحیح ہو جائے گا اور اس کی وفات کے بعد بیت المال کے ذمہ دار کو ترکہ میں اعتراض کا حق نہ ہوگا۔

جاء فی المجلة المادة (٨٧٧): إذا وهب من لا وارث له جميع أموالـه لأحـد فـی مـرض موته و سلمها يصح وبعد وفاته ليس لأمين بيت المال المداخلة في تركته. (شرح المجلة: ٣/ ٤٠٢)

مرض الموت میں وارث کے لئے ہبہ

مریض فی مرض الوفات میں وارث کو اپنے مال میں سے کچھ ہبہ دے یا کل مال کا ہبہ کردے تو اس کی دو صورتیں ہوں گی:

(۱) مریض کا ایک ہی وارث ہو اور اس کو کل یا بعض مال ہبہ میں دیتا ہے۔

(۲) ورثاء متعدد ہیں اور ان میں سے کسی ایک کو کل یا بعض مال ہبہ میں

دیتا ہے۔

[ا] پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ وارث کو دیا ہوا کل یا بعض مال کا ہبہ درست ہو جائے گا؛ کیونکہ جو مال وہ بطریق وراثت پانے والا تھا گویا کہ اس نے بطریق ہبہ جلدی پالیا۔

خلاصہ یہی ہے کہ اس کو بطریق ہبہ مال لینا درست ہو جائے گا۔

شرح مجلۃ کے مادۃ (۸۷۸) میں مذکور ہے کہ جب زوجین ایک دوسرے کو ورثاء کی عدم موجودگی میں اپنا کل مال ہبہ کر دے تو ان کا ہبہ درست ہو جائے گا، اور وفات کے بعد بیت المال کے ذمہ دار کو اعتراض کا حق نہ ہوگا۔

إذا وهب وسلم كل من الزوج والزوجة جميع ماله لصاحبه في مرض موته ولم يكن له وارث سواه يصح وبعد الوفاة ليس لامين بيت المال المداخلة في التركة. (شرح المجلة: ۴۰۳/۳)

[۲] دوسری صورت کا حکم یہ ہے کہ یہ ہبہ وصیت کے حکم میں ہے، اس لیے وارث کو دیے ہوئے کل یا بعض مال کے ہبہ میں دیگر ورثاء کی اجازت ضروری ہے، بنابریں ورثاء اگر اجازت نہ دے تو ہبہ باطل اور لغو ہو جائے گا۔

بظاہر مریض کو اپنی ذاتی ملکیت میں اختیار تو حاصل ہے، لیکن اس کی ملکیت میں متعلقین واحباب کا حق لاحق ہوتا ہے، جس کو شرعی اصطلاح میں وراثت سے موسوم کیا جاتا ہے۔

پس ان وجوہات کو مدنظر رکھ کر شریعت نے دیگر ورثاء کی اجازت ضروری

قراردی، کیونکہ اس میں بکثرت مفاسد کے پیدا ہونے کا خطرہ لاحق تھا کہ اس میں کسی کی دل شکنی لازم آتی، آپس میں تفرقہ بازی اور انتشار پیدا ہوتا اور اعتدال و مساوات کا معیار باقی نہ رہتا، جس کی شریعت میں ہر جگہ پر تاکید وارد ہوئی ہے۔

خلاصہ یہی ہے کہ میت کے ایک سے زائد ورثاء کی موجودگی میں اجازت لینا ضروری ہے۔

قال القدوری ولا تجوز لوارثه لقوله عليه السلام إن اللّٰه أعطى كل ذى حق حقه، ألا لا وصية للوارث، ولانه يتأذى البعض بإيثار البعض ففى تجويزه قطعية الرحم ولأنه حيف بالحديث الذى رويناه ويعتبر كونه وارثا أو غير وارث وقت الموت لا وقت الوصية لأنه تمليك مضاف إلى مابعد الموت وحكمه يثبت بعد الموت والهبة من المريض للوارث فى هذا نظير الوصية لأنها وصية حكما حتى تنفذ من الثلث .... إلا أن يجيزها الورثة ـــــ ولأن الامتناع لحقهم فتجوز بإجازتهم۔ (هدايه: ٤/ ٦٣٩، ٦٤٠)

إذا وهب أحد فى مرض موته شيئا لأحد ورثته وبعد وفاته لم تجز الورثة الباقون لاتصح تلك الهبة وأما لو وهب وسلم لغير الورثة فإن كان ثلث ماله مساعدا لتمام الموهوب تصح وإن لم يكن مساعدا ولم تجز الورثة الهبة تصح فى مقدار المساعد ويكون الموهوب له مجبورا على ردالباقى۔ (شرح المجلة: ٣/ ٤٠٣)

حاصل هذه المادة إن هبة المريض مرض الموت لأحد ورثته

لاتجوز إلا أن يجيزها الورثة الباقون بعدموت الواهب. (شرح المجلة:۳/۴۰۳)

مریض مدیون کا ھبہ

ہبہ کرنے والا مریض (فی مرض الموت) مقروض ہو تو اس کی دو صورتیں ہوں گی:

(۱) قرضہ کل مال کو محیط ہوگا (۲) یا بعض مال کو محیط ہوگا۔

(۱) پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ واہب مریض اگر اپنا مال ہبہ کرے اور موہوب لہ اس پر قبضہ کرلے پھر بھی ہبہ درست نہ ہوگا، خواہ مال موہوب کی مقدار ثلث مال سے کم ہو یا زیادہ؛ کیونکہ اس کے مال کے ساتھ دیگر غرماء کا حق بھی متصل ہے اور اس کے ہبہ کو نافذ کرنے میں غرماء کے ساتھ ناانصافی اور ظلم لازم آتا ہے۔

چوں کہ شریعت نے غرماء کے حق کو ترجیح دی ہے، اور بسبب دین کے کل مال سے ان کا حق متعلق تھا، اس لیے یہ ہبہ نافذ نہ ہوگا، البتہ صاحب حق یعنی غرماء موہوب لہ کے حق میں اجازت دے دے تو ہبہ نافذ ہو جائے گا اور اگر رد کردے تو ہبہ باطل ہو جائے گا۔

تنبیہ: غرماء اپنا حق ساقط کرے تو پھر یہ دیکھا جائے کہ انہوں نے مطلقاً اپنا دین ساقط کیا ہے تو اس مدیون کے پورے مال کے ایک ثلث میں موہوب لہ کا حق ہوگا اور بقیہ تین ثلث میں ورثاء کا حق ہوگا۔

اور اگر غرماء نے خاص موہوب لہ کے حق میں اپنا حق دین ساقط کیا ہے تو موہوب لہ کو پورے مال میں سے ہبہ دیا جائے گا۔

خلاصہ یہی ہے کہ مریض مقروض (جس کا کل مال میں قرضہ ہو) کا ہبہ غرماء کی اجازت پر موقوف ہوگا، اگر اجازت دے دے تو ہبہ نافذ ہوگا اور اگر رد کردے تو ہبہ باطل ہوگا۔

شرح مجلۃ کے مادۃ (۸۸۰) میں مذکور ہے کہ اگر ایسا شخص جس کا ترکہ قرضوں میں دوبا ہوا ہو، اور وہ اپنا مال وارث یا غیر وارث کے لئے ہبہ کرے تو اس کی وفات کے بعد قرض خواہوں کو حق ہے کہ وہ ہبہ کو لغو کردے اور اس کے مال کو قرض خواہوں کی تقسیم میں شامل کردے۔

عن عمرو بن يحى المازنى عن أبيه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لاضرر ولاضرار. (رواه مالك فى المؤطا باب القضاء فى المرفق:۳۱۱)

الضرر يزال. (شرح المجلة :۵۵)

إذا وهب من استغرقت تركته بالديون أمواله لوارثه أو لغيره وسلمها ثم توفي فلأصحاب الديون الغاء الهبة و إدخال أمواله في قسمة الغرماء. (شرح المجلة:۴۰۴/۳)

لأن الهبة في المرض وإن كان لها حكم الوصية، الا أن الوصية لاتعمل حال قيام الدين، كما في البزازية، أي لان الوصية انما تنفذ بعد وفاء الدين۔ (شرح المجلة: ۸۸۰-۴۰۴/۳)

ومن أوصى وعليه دين يحيط بماله لم تجز الوصية لأن الدين مقدم على الوصية لأنه أهم الحاجتين فإنه فرض والوصية تبرع و أبدًا يبدأ بالأهم فالأهم إلا أن تبرئه الغرماء لأنه لم يبق الدين فتنفذ الوصية على الحد المشروع لحاجته إليها. (هدايه: ٦٤١/٤)

قوله على الحد المشروع أى فى الثلث أو فى أكثر منه على تقدير إجازة الورثة أو عدمهم لعدم المانع وهو الدين (حاشيه هدايه، علامه لكهنوى)

(۲) دوسری صورت کا حکم یہ ہے کہ اگر قرض مریض واہب کے مال کے مساوی نہ ہو اور موہوب لہ ہبہ کردہ مال پر قبضہ کرلے تو اس صورت میں ترکہ سے دین کے بقدر مال نکالا جائے گا؛ اور باقی ماندہ ترکہ کے تہائی حصہ میں ہبہ کا حکم جاری ہوگا، جیسا کہ ترکہ میں دین سے خالی ہونے کے وقت ہبہ کا حکم جاری ہوتا ہے۔

أما إذا كان المريض الواهب مدينا غير مستغرق وقبض الموهوب له المال الموهوب ففى هذه الحالة يخرج الديون من التركة ويحكم على الهبة فى المبلغ الزائد بنفس الحكم عليها فى حالة ماذا كانت التركة خالية عن الدين۔ (الموسوعة الفقهية: ١١/٣٧)

حالت مرض وفات میں دین کا هبه (بری) کرنا

(۱) مریضِ واہب کا حالتِ مرضِ وفات میں دین ہبہ کرنے کی دو صورتیں ہوں گی:

(الف)مریض غیر مقروض ہو۔

(ب)مریض مقروض ہو۔

پہلی صورت میں وارث موجود ہونے نہ ہونے کے اعتبار سے تین حالتیں ہیں: [۱] غیر مقروض مریض مرض وفات میں ورثاء کی عدم موجودگی میں اجنبی کو دین کا ہبہ کرے یعنی بری کرے یا[۲] ایک ہی وارث ہواور وہی مدیون ہواور اس کو دین کا ہبہ کرے یعنی بری کرے؛ تو مذکورہ دونوں صورتوں میں یہ ہبہ یعنی ابراء نافذ اور درست ہوگا، کیوں کہ مریض کے مال کے ساتھ کسی وارث یا دائن کا حق متعلق نہیں۔[۳] اور اگر متعدد ورثاء ہے تو دونوں صورتوں کا حکم الگ الگ ہو جائے گا، اجنبی کے دین کو بری کرنا تو ثلث مال میں بہ حکم وصیت نافذ اور ثلث سے زائد میں ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگا، اور وارث کے دین کا ابراء بہ حکم وصیت ثلث میں بھی دیگر ورثاء کی اجازت پر موقوف ہوگا۔

و إبراءه مديونه وهو مديون غير جائز أى لا يجوز إن كان أجنبيا وإن كان وارثاً فلا يجوز مطلقاً سواء كان المريض مديونا أو لا للتهمة . قوله : وهو مديون : قيد به احترازا عن غير المديون فإن إبراؤه الأجنبى نافذ من الثلث. (در مع الشامى:۳۸۲/۸)

إذا وهب من لاوارث له جميع أمواله لأحد فى مرض موته وسلمها يصح ..... الخ۔ (شرح المجلة:ماده ۸۷۷،ص: ۴۰۲/۳)

ولاتجوز بما زاد على الثلث إلا أن يجيزها الورثة بعد موته وهم كبار لأن الامتناع لحقهم وهم أسقطوه. (هدايه: ۶۳۸/۴)

إبراء المريض مديونه وهو مديون بمستغرق غير جائز إن كان المديون أجنبيا منه وإبراؤه مديونه الوارث غير جائزة مطلقا سواء أكان المريض مديونا أم لا وسواء أكان الدين ثابتا له عليه أصالة أو كفالة. (شرح المجلة المادة: ٥٦٧)

دوسری صورت یعنی مریض مدیون اگر کسی کو دین کا ہبہ کرے یعنی بری کرے تو اس کا حکم یہ ہے اگر مریض خود دین مستغرق کا مدیون ہے تو اس کا ہبہ کرنا درست نہ ہوگا؛ کیونکہ دین ہبہ کرنے میں قرض خواہوں کے حق کو فوت کرنا لازم آتا ہے، اور مدیون کے لیے ان کے قرض کی ادائیگی میں پریشانی لاحق ہو جائے گی، چونکہ یہ ایک ضرر ہے جس کو شریعت نے زائل کرنے کا حکم دیا ہے، اور یہ اسی وقت زائل ہوگا جب کہ مریض اپنے مدیون کو بری نہ کرے، لہٰذا مریض کو اپنے مدیون کو بری کرنے کا حق نہ ہوگا۔

بحرالرائق میں بھی یہی بات مذکور ہے کہ مدیون کا اپنے مدیون کو بری کرنا کسی بھی حال میں جائز نہیں ہے چاہے اجنبی ہو یا غیر اجنبی۔

وابراؤه مديونه وهو مديون غير جائز ان كان اجنبيا و ان كان وارثا لايجوز مطلقا. (بحرالرائق:٤٣٢/٧)

شرح المجلہ میں ہے: اگر مدیونِ مستغرق کا مدیون اجنبی شخص ہو تو اپنے غرماء کے حق کی وجہ سے مدیون مستغرق اپنے مدیون کو بری نہیں کرسکتا۔

اور اگر مریض کا مدیون وارث ہو تو اس کو بہر صورت بری نہیں کرسکتا، خواہ وہ مدیون ہو یا نہ ہو۔ کیوں کہ براءت کا عدم جواز اس صورت میں 'لا وصیۃ لوارث' کے

تقاضے سے ہے، قرض خواہوں کے حق کی وجہ سے نہیں۔

خلاصہ یہی ہے کہ مریض واہب اگر مدیون نہیں ہے تو اس کا مدیون کو بری کرنا جائز ہے لیکن مدیون اگر وارث ہے تو مطلقا بری کرنا جائز نہیں ہے چاہے واہب مدیون ہو یا نہ ہو۔

ونصت المادة (٥٦٧) من المجلة : إبراء المريض مديونه وهو مديون بمستغرق غير جائز إن كان المديون أجنبيا منه وإبراؤه مديونه الوارث غير جائزة مطلقا سواء أكان المريض مديونا أم لا وسواء أكان الدين ثابتا له عليه أصالة أو كفالة۔ (شرح المجلة المادة: ٥٦٧)

وإبراؤه مديونه وهو مديون غير جائز أي لايجوز إن كان أجنبيا وإن كان وارثا فلا يجوز مطلقا سواء كان المريض مديونا أولا للتهمة. (شامی : ٣٥٢/٨)

(۲) مدیون کو دین کا ہبہ (بری) کرنے سے متعلق دوسرا مسئلہ حقِ رجوع کے امتناع کا ہے۔ مجموعہ قوانین اسلامی، مرتبہ: مسلم پرسنل لا بورڈ، میں ہے:

دفعہ: ۱۔الف۔

شئ منقولہ عین ہو یا دین، بہر صورت اس کی تملیک ہبہ ہے، عین کی تملیک کی صورت میں تو واضح ہے، دین کی تملیک کی صورت یہ ہے کہ قرض خواہ اپنے قرض کا کسی تیسرے کو مالک بنا دے، اور اسے قرض وصول کرنے اور اس پر قبضہ کرنے کی اجازت دے دے، یا قرض خواہ خود قرض دار ہی کو مالک بنا دے، تو یہ

بھی ہبہ ہے، لیکن اصطلاح فقہ میں اسے بالعموم 'ابراء' کہتے ہیں، اور ابراء سے رجوع کرنا صحیح نہیں ہوتا ہے۔ (مجموعہ قوانین اسلامی، مرتبہ مسلم پرسنل لا بورڈ، انڈیا، ص: ۲۲۷-۲۲۹)

کسی مدیون شخص کو دین ہبہ کر کے قبضہ کی اجازت

جب واہب مریض کسی غیر مدیون شخص کو اپنا دین ہبہ کر کے اسے قبضہ کی اجازت دے دے، یعنی کسی غیر مدیون شخص کو کہے کہ فلاں کے ذمہ میرا جو دین باقی ہے وہ میں آپ کو ہبہ کرتا ہوں۔ اس صورت میں قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ غیر مدیون شخص کو ہبہ کرنے کی صورت میں موہوب پر براہِ راست قبضہ نہیں دیا جاتا، کیوں کہ شئی موہوب خود واہب کے قبضہ میں نہیں تو موہوب لہ کے قبضہ میں کس طرح دے گا؟ اس لیے یہ ہبہ درست نہیں ہونا چاہئے۔

البتہ استحساناً دیکھا جائے تو جو چیز ذمے میں ثابت ہوتی ہے وہ قابل تسلیم اور قابل قبضہ بھی ہوتی ہے، اس صورت میں غیر مدیون موہوب لہ اولاً واہب کی طرف سے قبضہ کا وکیل اور نائب بنے گا، اور پھر موہوب لہ ہونے کے اعتبار سے اپنے ہبہ پر قبضہ کرے گا۔ لہٰذا یہ تصرف درست اور شرعی طور پر نافذ ہوگا، گویا کہ واہب نے خود سے قبضہ کر کے شئی موہوب اس کی قدرت میں دے دی۔

فی الذخیرة: هبة الدين ممن عليه الدين جائزة قياسا واستحسانا، وهبة الدين من غير من عليه الدين جائزة إذا أمره بقبضه استحسانا. (الفتاوى التاتارخانية: ٤٤٣/١٤)

لكن في المجتبى: الأصح أن الهبة تمليك والإبراء إسقاط و (تمليك الدين ممن ليس عليه الدين باطل إلا) في ثلاث حوالة، وصية و (إذا سلطه) أي سلط المملك غير المديون (على قبضه) أي الدين (فيصح) حينئذ.

قال في جامع الفصولين: هبة الدين ممن ليس عليه لم تجز إلا إذا وهبه وأذن له بقبضه جاز، صك لم يجز إلا إذا سلطه على قبضه فيصير كأنه وهبه حين قبضه ولا يصح إلا بقبضه.

قال السائحاني: وحينئذ يصير وكيلا في القبض عن الآمر ثم أصيلا في القبض لنفسه ومقتضاه صحة عزله عن التسليط قبل القبض. (شامي: ٥١٨/٨)

وأما هبة الدين لغير من عليه الدين فجائز أيضا إذا أذن له بالقبض وقبضه استحسانا، والقياس أن لايجوز وإن أذن له بالقبض. (بدائع: ١٦٩/٥)

هبہ مریض اور قبضہ کے مسائل

جب مریض واہب اجنبی کو ہبہ کردے تو دو حال سے خالی نہ ہوگا:

(۱) موہوب لہ واہب کی حیاتی میں شئی موہوب پر قبضہ کرلے۔

(۲) موہوب لہ واہب کی حیاتی میں شئی موہوب پر قبضہ نہ کرسکے۔

مریض واہب کی حیاتی میں قبضہ

[ا] پہلی حالت یہ ہے کہ موہوب لہ واہب کی حیاتی میں شئی موہوب پر قبضہ کرلے، تو اس کا ہبہ شرعی طور پر نافذ اور درست ہوجائے گا، کیوں کہ یہ تصرف

ایک عقد ہے اور عقد کے لزوم کے لئے قبضہ ضروری ہے، جب وہ قبضہ کر لے تو اس کا عقد لازم ہو جائے گا۔

چونکہ اس کے مال میں ورثاء کا حق متعلق ہے اس لئے شرعی طریقہ پر اس کا ہبہ نافذ ہوگا؛ یعنی مال کے تہائی حصہ میں ہبہ نافذ ہوگا، اور ورثاء میں سے کسی کے لئے جائز نہیں ہے کہ ہبہ کو لغو اور باطل کر دے۔

الهبة عقد مشروع ..... وتصح بالإيجاب و القبول والقبض أما الإيجاب والقبول فلأنه عقد والعقد ينعقد بالإيجاب والقبول و القبض لابد منه لثبوت الملك. (هدايه كتاب الهبة:٢٨٦،٢٨٥/٣)

وأما من جهة الموهوب له فلأن الملك لايثبت بالقبول بدون القبض بخلاف البيع.

ولكن لا يملكه الموهوب له إلا بالقبول والقبض. (تكملة فتح القدير: ٢٠،١٩/٩)

أنه لابد من القبض فيها لثبوت الملك لا للصحة والتمكن من القبض كالقبض. (البحرالرائق:٤٨٦/٧)

قبضہ سے پہلے مریض واہب یا موہوب لہ کی موت

[۲] دوسری حالت یہ ہے کہ متعاقدین میں سے کوئی ایک قبضہ کرنے سے پہلے وفات پا جائے تو اس کی تفصیل ذیل میں بیان کی جاتی ہے۔

(۱) قبضہ سے پہلے واہب کا وفات پانا

جب واہب موہوب لہ کے ہبہ پر قبضہ کرنے سے پہلے مر جائے تو ہبہ باطل

ہو جائے گا، کیونکہ ہبہ ایک صلہ ہے، جو متعاقدین کے درمیان مربوط ہوتا ہے اور یہ ربط موت کی وجہ سے منقطع ہو جاتا ہے، اور اس ہبہ کو وصیت کی طرف پھیرنا درست نہ ہوگا، چونکہ ہبہ کا اصل مقصود موہوب لہ کو زندگی میں مالک بنانا ہے اور یہ بات وصیت کے منافی ہے، بہر حال متعاقدین میں سے کسی ایک کی موت سے ہبہ باطل ہو جائے گا۔

فتاوی ہندیہ میں اس کی صراحت موجود ہے کہ مریض کا ہبہ اور صدقہ بغیر قبضہ کے درست نہیں ہوتا؛ البتہ اگر قبضہ ہو جائے تو ہبہ تہائی میں درست ہوگا اور اگر واہب سپرد کرنے سے پہلے مر جائے تو ہبہ باطل ہو جائے گا۔

ولا تجوز هبة المريض ولا صدقته إلا مقبوضة فإذا قبضت جازت فى الثلث وإذا مات الواهب قبل التسليم بطلت. (تاتارخانية: ٤٨٤/١٤، هندية: ٥٤٥/٤)

وهب فى مرض ولم يسلمه حتى مات بطلت الهبة. (فتاوى بزازية: ٢٤٠/٦)

(۲) قبضہ سے پہلے موہوب لہ کا وفات پانا

موہوب لہ، ہبہ پر قبضہ کرنے سے پہلے مر جائے تب بھی ہبہ باطل ہوگا، چونکہ ہبہ کے لزوم کے لئے قبضہ ضروری ہے، یعنی ہبہ اسی وقت صحیح ہوتا ہے جب کہ موہوب لہ کا شئ موہوب پر قبضہ ثابت ہو جائے اور یہاں قبضہ ہی ثابت نہیں ہوا تو ہبہ کیسے درست ہوگا؟ بالفاظ دیگر عقد کی درستگی کے لئے اہل اور محل ہونا ضروری

ہے، یہاں محل تو ہے، البتہ اہل نہیں ہے۔ اسی طرح واہب کے ہبہ سے اصل مقصود خود موہوب لہ کو فائدہ پہنچانا ہوتا ہے، ظاہر بات ہے کہ موہوب لہ کے مرنے کے بعد اس کے ورثاء ہبہ میں قبضہ کے قائم مقام نہیں ہوں گے۔

قال في الأصل: ولاتجوز هبة المريض ولا صدقته إلا مقبوضة. (تاتارخانية: ٤٨٤/١٤)

إذا توفي الواهب أو الموهوب له قبل القبض تبطل الهبة. (شرح مجلة: ٣٦٢/٣)

مرض الموت میں اختلاف کا بیان

جب واہب کے ورثاء اور موہوب لہ کے درمیان ہبہ میں اختلاف ہو جائے یعنی ورثاء مرض الموت میں ہبہ کا دعوی کرے اور موہوب لہ حالتِ صحت میں ہبہ کا دعوی کرے تو اس کے متعلق تین حالتیں فقہاء ذکر کرتے ہیں۔

(۱) پہلی حالت کی تفصیل یہ ہے کہ متعاقدین میں سے کوئی بھی اپنا بینہ پیش نہ کر سکے تو اس وقت مدعی مرض الموت کا قول (مع الیمین) معتبر ہوگا۔

کیوں کہ مرض کی حالت صحت کی حالت سے زیادہ قریب ہے، پس جب حالتِ صحت متیقن نہ رہی تو اقرب إلی الوقت کی طرف پھیر دیا جائے گا اور چونکہ یہ تصرفات عارضی ہونے والے صفات کے قبیل سے ہے اور یہ نو پید ہوتے ہیں، اور نو پید کو اس پر مرتب ہونے والے قریب تر حکم کے وقت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور یہاں مرض کا زمانہ صحت کے زمانہ سے بعد کا ہے، لہٰذا حالت مرض کے مدعی کا قول معتبر ہوگا۔

الأصل إضافة الحادث إلى أقرب أوقاته يعنى إذا وقع اختلاف فى زمن حدوث أمر ينسب إلى أقرب الأوقات إلى الحال مالم يثبت نسبته إلى زمن بعيد وهو أن الأصل فى الصفات العارضة الحدوث.... وهذا سر أن الحادث يضاف إلى أقرب أوقاته.

ومنها ماتت بعد أن وهبت مهرها لزوجها..... فقال الزوج وهبت حال صحتها، وقالت الورثة حال مرضها ففى الخانية القول للورثة لأن الهبة حادثة فتضاف لأقرب الأوقات من الموت وهو حال المرض. (شرح المجلة ،ماده : ١١،ص: ٣٢ تا ٣٤)

وقال فى شرح المجلة: فلو ادعت ورثة الميت أنه وهب أحد ورثته ماله الفلانى أو أبرأ ذمته من مال له عليه أو باعه شيئا، أو أنه وقف عقاره الفلانى على جهة كذا أو أقر له به فى حال المرض وهى الحالة التى يتعلق بها حق الورثة فى تركته بقولهم أنا لا نجيز هذا التصرف وهو غير صحيح لو قوعه فى المرض، وادعى الوارث الذى وقعت له في هذه التصرفات أو المتولى الذى بيده الوقف أنه صحيح بقوله أنه صدر منه فى حال صحته فالقول قول الورثة ولو برهنا ترجح بينة وقوعها حال الصحة. (شرح المجلة: ٥ـ٤٩١/٦، المادة:١٧٦٦)

(۲) دوسری حالت کی تفصیل یہ ہے کہ دونوں فریق کے پاس بینہ ہے تو اس وقت حالتِ صحت کے مدعی کا بینہ مقدم ہوگا۔

کیونکہ اصل مرض کی حالت کا اعتبار ہے اور وہ امر حادث ہے اور اصل یہ ہے کہ امر حادث کو حکم سے قریب تر وقت کی طرف منسوب کیا جائے اور مرض کا زمانہ ہی صحت سے بعد کا اور مریض سے قریب تر ہے، لہٰذا حالتِ صحت کے مدعی کا قول مقبول ہوگا، کیونکہ خلاف اصل مدعیٰ کو ثابت کرنے کے لئے ہی بینات مشروع ہوتے ہیں۔

مجلۃ الاحکام العدلیہ میں اس کی صراحت موجود ہے کہ صحت کا بینہ مرض کے بینہ پر راجح قرار پائے گا، مثلاً: کسی نے اپنا کچھ مال اپنے کسی وارث کو ہبہ کیا اور وفات پا گیا، بعد میں دیگر ورثاء نے دعوی کیا کہ مورث نے مرض الموت میں ہبہ کیا اور موہوب لہ نے دعوی کیا کہ صحت کی حالت میں ہبہ کیا تو موہوب لہ کا بینہ مقبول ہوگا۔

ترجح بينة الصحة على بينة المريض مثلا: إذا وهب أحد مالا لأحد ورثته ثم مات وادعى باقي الورثة أنه وهبه في مرض موته وادعى الموهوب له أنه وهبه في حال صحته ترجح بينة الموهوب له۔ (مجلة الاحكام العدلية المادة ١٧٦٦)

لكن لو شهدوا بالهبة مثلا وقالوا لانعلم هل هو في حال الصحة أم المرض يحمل على المرض لأن حال المرض أدنى من حال الصحة فما لم يتيقن حال الصحة يحمل الأدنى.... وذلك لأن هذه التصرفات من الصفات العارضة فهي حادثة والحادث يضاف إلى أقرب وقت من الحكم، الذي يترتب عليه، والأقرب هنا هو المرض

المتأخر زمانه عن زمان الصحة۔ فكان القول من يدعى حدوثها فى المرض كما هو الأصل والبينة بينة من يدعى حدوثها فى زمان الصحة والبينات شرعت لاثبات خلاف الاصل .(شرح المجلة: ٥ـ٤٩١/٦، المادة:١٧٦٦)

قاعدة: الأصل إضافة الحادثة إلى أقرب أوقاته۔ (قواعد الفقه: ٥٨، ق:٢٩)

الأصل فى الصفات العارضة العدم۔ (قواعد الفقه: ٥٩، ق:٣٤)

(۳) تیسری حالت کی تفصیل یہ ہے کہ ایک فریق کے پاس بینہ ہے، دوسرے کے پاس نہیں، تو اس صورت میں جسکے پاس بینہ ہے اس کا دعوی دوسرے کے قول پر مقدم ہوگا، خواہ وہ حالتِ صحت کا مدعی ہو یا حالت مرض کا مدعی ہو

البينة على المدعى واليمين على من أنكر وفى شرحه: وفى البدائع من الدعوى: جعل النبى صلى اللّٰه عليه وسلم البينة حجة المدعى واليمين حجة المدعى عليه والمعقول كذالك، لأن المدعى يدعى أمرا خفيا فيحتاج إلى إظهار وللبينة قوة إظهار لأنها كلام من ليس بخصم وهم الشهود فجعلت حجة المدعى. (شرح المجلة : ٢١٥،٢١٤، محمد طاهر اتاسى)

جاء فى شرح المجلة: وإذا ادعى كلاهما الاستقلال وأقاما البينة على ذلك يحكم لهما بذلك العقار مشتركا وإذا عجز أحدهما عن الإثبات وأثبت الاخر يحكم له بكون ذلك العقار ملكه مستقلا،

لأن البينة أقوى من وضع اليد۔ (شرح المجلة: ج٥۔٦،ص ٤٤٦،٤٤٧)

وفی الكافی: ارض ادعاها رجلان يدعی كل واحد منهما أنها فی يده لم يقض أنها فی يد أحدهما إلا بالبينة، فإن أقام أحدهما البينة جعل فی يده. (تاتارخانية: ١٣٢/١٣)

فضولی کا ھبہ

فضولی کا ہبہ موقوف ہوکر منعقد ہوگا، اگر مالک اس کی اجازت دے دے تو نافذ ہوگا؛ ورنہ باطل ہوگا۔

منحۃ الخالق میں بھی اس کی صراحت موجود ہے: ہر وہ تصرف جو فضولی کی طرف سے صادر ہو اور اس کے صادر ہونے کے وقت کوئی اس کی اجازت دینے والا ہو تو وہ موقوف ہوکر منعقد ہوگا، خواہ بیع ہو یا نکاح یا طلاق یا ہبہ؛ یہی حکم ہر اس تصرف کا ہوگا جس میں وکیل بنانا صحیح ہو۔

چونکہ فضولی کے تصرفات منعقد ہوجایا کرتے ہیں، البتہ مالک کی اجازت پر موقوف رہتے ہیں، پس اگر مالک اجازت دے گا تو مالک کی طرف سے اس ہبہ کا نفاذ ہوگا ورنہ نہیں۔

یعنی جس طرح واہب اپنے عقد سے دوسرے کو کسی چیز کا مالک بناتا ہے اسی طرح فضولی بھی ہبہ کے ذریعہ تملیک کا دروازہ کھول دیتا ہے۔

البتہ مالک کو اجازت ہبہ کا اختیار اس وقت تک رہے گا جب تک کہ

عاقدین اپنی حالت پر ہوں، یعنی وہ بقید حیات ہو اور ان میں اہلیت تصرف موجود ہو، اگر ان دونوں چیزوں میں سے کوئی چیز فوت ہوگئی تو مالک کا حق اجازت ختم ہو جائے گا اور ہبہ کو فسخ ہی کرنا پڑے گا۔

اس لیے کہ اجازت دینا عقد میں ایک طرح کا تصرف ہے کیوں کہ اجازت سے ہبہ موقوفہ نافذ ہو جاتا ہے، لہٰذا لحوق اجازت کے وقت عقد کا قیام اور اس کی بقاء بھی ضروری ہے، بہر حال جب ان چیزوں کے ہوتے ہوئے مالک نے ہبہ کی اجازت دے دی تو ہبہ نافذ ہو جائے گا۔

چوں کہ حقوق ہبہ عاقد ہی کی طرف لوٹتے ہیں، اس لیے فضولی کے ہبہ کے بعد بھی جملہ حقوق اسی کی طرف لوٹیں گے، اور اسی سے ان کا مؤاخذہ ہوگا، اس لیے اگر فضولی اپنے آپ کو مؤاخذہ اور جواب دہی سے بچانے کے لیے مالک کی اجازت سے پہلے ہبہ کو فسخ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے، اس لیے کہ انسان جس طرح اپنے اوپر الزام کا حق رکھتا ہے اسی طرح وہ اپنی ذات سے دفع الزام کا بھی حق رکھتا ہے، لہٰذا دفع حقوق کے پیش نظر فضولی کو فسخ ہبہ کی اجازت ہوگی۔

وقال في منح الغفار في شرح قوله كل تصرف صدرمنه وله مجيز حال وقوعه انعقد موقوفا من بيع أو نكاح أو طلاق أو هبة، وكذا كل ماصح به التوكيل كما صرح به الكمال في شرح الهداية حيث قال: تصرفات الفضولي تتوقف عندنا إذا صدرت وللتصرف مجيز أي من يقدر على الإجازة، سواء كان تمليكا كالبيع والإجارة

والهبة۔ (حاشية منحة الخالق على البحرالرائق:٦/٢٥٢)

أن هبة الفضولي تنعقد صحيحة غير أنها موقوفة على إجازة المالك فإن ردها بطلت، وإن أجازها كان لإجازته حكم الوكالة وهو قول الحنفية. (احكام الارادة المنفردة فى الفقه السلامى:١١٥)

وذهب الحنفية إلى أن هبة الفضولي تنعقد موقوفة إن أجازها المالك نفذت وإلا بطلت. (الموسوعة الفقهية: ٤٢/١٢٤)

قال وله الإجازة إذا كان المعقود عليه باقيا والمتعاقدان بحالهما، لأن الإجازة تصرف فى العقد فلا بد من قيامه وذلك بقيام العاقدين و المعقود عليه .... لأن الإجازة اللاحقة بمنزلة الوكالة السابقه، و للفضولي أن يفسخ قبل الإجازة دفعا للحقوق عن نفسه (هداية : ٩٣/٣)

قاعدة: كل عقد له مجيز حال وقوعه تتوقف الاجازة والا فلا . (قواعد الفقه: ١٠٠، قاعده: ٢٢٨)

يوجبه موقوفا لأن الأصل اتصال الحكم بالسبب والتاخير لدفع الضرر عن المالك والضرر فى نفاذ الحكم لافى توقفه۔ (فتح القدير:٥٧/٧)

هبة السكران

نشه میں مدهوش شخص کا هبه

فقہاء کرام نے نشہ میں مدہوش شخص کے ہبہ بارے میں جوتفصیل بیان کی ہے وہ درج ذیل ہے۔

نشہ کسی مباح کی وجہ سے ہوگا یا کسی حرام کی وجہ سے۔

اگر نشہ کسی مباح کی وجہ سے ہو یا ایسی چیز سے ہو جس میں وہ معذور ہو جیسا کہ اگر دوا کی وجہ سے نشہ ہو جائے یا اس کے حلق میں شراب ٹپکا دی جائے تو اس کی طرف سے صادر ہونے والے اس کے تمام تصرفات غیر نافذ ہوں گے، اس لئے کہ جب نشہ اس کے لیے مباح ہوا تو اس کے حق میں نشہ کا عذر قابل قبول ہوگا۔

لیکن اگر کسی حرام کے ذریعہ نشہ ہو، جیسا کہ اپنے اختیار سے تعدی کر کے نشہ آور چیز پی لے تو اس کے تصرفات کے نافذ ہونے میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہے۔

حنفیہ کے راجح مذہب کے مطابق اس کے تمام تصرفات (بیع، ہبہ، طلاق وغیرہ) اور اس کے تمام اقرار نافذ ہوں گے۔

مذکورہ آیت: يَا أيها الذين آمنوا لا تقربو الصلاة وأنتم سكارى الخ کا خطاب انسان کو نشہ کی حالت میں مانا جائے تو یہ قرآنی تصریح ہوئی کہ حالتِ نشہ میں بھی وہ احکام کا مخاطب اور مکلّف ہے، اور اگر سکران سے قبل ہوش وحواس کے وقت انسان کو اس آیت میں خطاب کیا گیا ہے تو اس کا مطلب بھی یہی ہوا کہ نشہ میں بھی اس کے افعال معتبر ہوتے ہیں جن سے باز رہنے کا حکم دیا گیا۔ اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ وہ مخاطب ہے تو ثابت ہوگیا کہ نشہ اہلیت کے کسی جز کو باطل نہیں کرتا ہے۔

لہٰذا شریعت کے تمام احکام اس پر لازم ہوں گے مثلاً: طلاق وعتاق، بیع و شراء، ہبہ وغیرہ اور اس کے اقرار کے تعلق سے تمام تصرفات نافذ ہوں گے۔ یہ

بات ظاہر بھی ہے کہ نشہ کی وجہ سے صرف قصد وارادہ نہیں ہوتا؛ البتہ الفاظ تو معدوم نہ ہوں گے۔

خلاصہ یہی ہے کہ نشہ اگر کسی مباح کی وجہ سے ہو تو اس کا ہبہ نافذ نہ ہوگا، چونکہ شریعت نے اس کا عذر قبول کیا ہے۔ اگر نشہ کسی حرام کی وجہ سے ہو تو اس حالت میں ہبہ شرعی طور پر نافذ اور درست ہو جائے گا کیونکہ اس کی عقل ایک ایسے سبب سے زائل ہوئی ہے جو معصیت اور گناہ ہے اس لیے اس کی زجر وتوبیخ اور دوسروں کی عبرت کے لیے اس کی عقل کو حکماً باقی مانا جائے گا اور اس کے ہبہ کو جائز اور واقع مانا جائے گا۔

قال اللّٰہ تعالیٰ: یا ایها الذین آمنوا لاتقربوا الصلاۃ وانتم سکاری حتی تعلم ماتقولون.(سورۃ النساء: آیت :٤٣)

(العقل) للحجر علی المجنون والمعتوہ وعدم صحة تصرف الصبی و من فی حکمه کالمعتوہ المأذون والمراد بالعقل ولو حکما فتصح هبة السکران قال العلامة أبوالسعود وإنما قلنا: ولو حکما لیشمل السکران۔ (تکملة رد المختار :٥٦٥/٢)

لأنه إن کان خطابا له حال سکرہ فنص وإن کان قبل سکرہ یستلزم أن یکون مخاطبا فی حال سکرہ إذ لا یقال إذا جننت فلا تفعل کذا و بد لالات النصوص والإجماع ... فلأن یلحق به فیما یثبت مع الشبهة کالطلاق والعتاق أولی۔ (شرح فتح القدیر:٤٧٣/٣)

والسکران علی ضربین: أحدهما أن یسکر بشرب مسکر

مـطـرب والثانى: أن يسكر بشرب دواء غير مطرب، فإن سكر بشرب مسكر مطرب فعلى ضربين : أحدهما بأن لاينسب فيه إلى معصية إما لأنـه شـرب وهـو لايـعـلـم أنـه مسـكـر، وإما لأنه أكره عليه أو أوجر الشـراب فهـذا فـى حكم المغلوب على عقله بجنون أو إغماء أو نوم أوعته فلن يقع عليه الطلاق لارتفاع الاثم عنه.

والثـانى: أن يكون عاصيا فيه لعلمه أنه مسكر وقد شربه مختارا ويقال لـه: السـكران المتعدى وهو مراد الفقهاء.... لأنه الذى يختص بهذه الاحكام. (حاشية ابن عابدين:٤٤٥/٤)

أنـه إن كـان سكره بطريق محرم لايبطل تكليفه فتلزمه الأحكام وتصح عباراته من الطلاق العتاق والبيع والاقرار۔

أنـه إذا كـان سـكـره بـمبـاح كما إذا سكر من ورق الرمان فإنه لايـقع طلاقه ولاعتاقه وكذا لو سكر ببنج أو أفيون تناوله لاعلى وجه المعصية بل للتداوى. (شامى: ٤٤٦/٤، ٤٤٧)

والـحاصل أن السكر بسبب مباح كمن أكره على شرب الخمر والأشـربة الـمـحـرمة أو اضـطـر لايـقع طلاقه وعتاقه ومن سكر منها مـختـارا اعتبـرت عبـاراتـه ولـنا أنه زال بسبب هو معصية فجعل باقيا حكما زجراً له.(فتح القدير: ٤٧٣/٣، ٤٧٤)

وأما السكران: فإن كان سكره بسبب محظور بأن شرب الخمر أو الـنبيـذ طـوعا حتى سكر و زال عقله فطلاقه واقع عند عامة العلماء وعـامة الـصحابةؓ وإن كان سكره بسبب مباح لكن حصل به لذة بأن

شرب الخمر مكرها حتى سكر أو شربها عند ضرورة العطش فسكر قالوا: إن طلاقه واقع أيضا لأنه وإن زال عقله فإنما حصل زوال عقله بلذة فيجعل قائما. (بدائع :۱۵۸/۳، ۱۵۹)

قاعدة: السكران من محرم كالصاحي ...

يعنى عبارات السكران كلها صحيحة كالطلاق والعتاق، والبيع والشراء، والأقارير كما تصح عبارات الصاحي۔ (قواعد الفقه : ۸۲،۸۳، ق:۱٤٥)

ھدیہ و ضیافت کس کا قبول کیا جائے اور کس کا نہیں ؟

اگر کوئی شخص کسی کو ہدیہ دے یا اس کی ضیافت ومہمانی کرے اور اس کا غالب واکثر مال حرام ہے تو اس وقت تک اس کا ہدیہ یا ضیافت قبول نہ کرے جب تک کہ وہ اس بات کی وضاحت نہ کردے کہ یہ ہدیہ یا ضیافت مالِ حلال سے ہے، یا میں نے قرض لے کر یا وراثت میں ملے مال سے اس کا انتظام کیا ہے اور اگر ہدیہ دینے والے یا ضیافت کرنے والے کا غالب واکثر مال حلال ہے تو اس کا ہدیہ یا ضیافت قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں، تا آنکہ یہ معلوم نہ ہو کہ یہ مال حرام سے ہے، ایسے ہی ناپاک چیز اور غیر اللہ کے نام کا ہدیہ درست نہ ہوگا۔

یہ تفصیل اس لیے کی جاتی ہے کہ لوگوں کے مال حرامِ قلیل سے خالی نہیں ہوتے، جب کہ حرام کثیر سے خالی ہوتے ہیں، اس لیے غالب کا اعتبار کرتے ہوئے حکم اسی پر مبنی ہوگا۔

مافي المحيط البرهاني: رجل أهدى إلى إنسان أو أضافه، إن

كـان غـالـب مـالـه من حرام لاينبغى أن يقبل ويأكل من طعامه ما لم يخبر أن ذالك المال حلال استقرضه أو ورثه وإن كان غالب ماله من حـلال فـلا بـأس بأن يقبل مالم يتبين له أن ذلك من الحرام و هذا لأن أمـوال الـنـاس لاتـخلو عن قليل حرام وتخلو عن كثيرة فيعتبر الغالب ويبنى الحكم عليه. (تاتارخانية: ١٧٥/٨، هنديه:٣٤٢/٥)

مـافـى الاختيـار لتعليل المختار: لايجوز قبول هدية أمراء الجور لأن الـغـالـب فـى مـالهم الحرمة قال: إذا علم أن أكثر ماله حلال بأن كـان صاحب تجارة أو زرع فلا بأس به لأن أموال الناس لاتخلو عن قـليـل حـرام والمعتبر الغالب و كذلك أكل طعامهم (هنديه:٣٤٢/٥، مجمع الانهر: ١٨٦/٤ـ١٨٧)

وعـن عـلـى بـن أبى طالبؓ قال: للسلطان نصيب من الحلال والحرام فـإذا أعـطاك شيئا فخذه فإن مايعطيه حلال لك وحاصل المذهب فيه أنـه إن كـان أكثـر مـاله من الرشوة والحرام لم يحل قبول الجائزة منه مالم يعلم إن ذلك له من وجه حلال وإن كان صاحب تجارة أو زرع أكثـر مـالـه من ذلك فلا بأس بقبول الجائزة منه مالم يعلم أن ذالك له من وجه حرام. (شرح اليسر الكبير: ٧١/١،٧٢)

غـالـب مال المهدى إن حلالا لابأس بقبول هديته وأكل ماله ما لـم يتعين أنه من حرام وإن غالب ماله الحرام لايقبلها ولا يأكل إلا إذا قـال: أنـه حـلال ورثـه أو استـقـرضتـه (بـزازية عـلى هامش الهنديه:

٣٦٠/٦)

مروجہ ہدایا کے متعلق اکابر کے فتاوی

مسئلہ: اگر مرید اپنے پیر کو ہدیہ، پیسہ وغیرہ بہ طیب خاطر دیتا ہے تو جائز ہے اور اگر جبرا دیتا ہے تو ناجائز ہے۔ (فتاوی محمودیہ:۱۶۰/۱۸)

مسئلہ: جو شخص زکوۃ اداء نہیں کرتا ہے حالانکہ اس کے ذمہ زکوۃ فرض ہے تو وہ سخت گنہگار ہے مگر اس کی وجہ سے اس کا اصل مال حرام نہیں ہوا اس کا ہدیہ، تحفہ، دعوت قبول کرنا درست ہے۔ (فتاوی محمودیہ:۱۶۸/۱۸)

عن أبی هریرةؓ قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من آتاه الله مالا فلم یؤد زکوته مثل له ماله یوم القیمة شباع اقرع الخ. (مشکوة:١٥٥/١)

مسئلہ: سودخور اگر دعوت کرے اور معلوم ہوجائے کہ وہ سود اور حرام کا کھانا کھلاتا ہے تو اس کا کھانا حرام ہے، اگر یہ معلوم ہو کہ جائز آمدنی کا ہے تو درست ہے، اگر مخلوط آمدنی کا ہے تو غلبہ کا اعتبار ہے، اگر ظن غالب ہو کہ سودخور کی دعوت نہ قبول کرنے سے اصلاح ہوجائے گی تو ہرگز قبول نہ کرے، اگر قبول نہ کرنے سے اصلاح نہ ہوگی بلکہ فتنہ پیدا ہوجائے گا تو قبول کرے۔ (فتاوی محمودیہ:۱۳۶/۱۸)

مسئلہ: اہل ہنود میں سے کوئی شخص جو ایلیکشن کے لئے کھڑا ہوتا ہے، وہ اگر مسلمان کو ہدیہ، تحفہ، دعوت وغیرہ دے تو اس کی دل جوئی کے لئے ہدیہ، دعوت وغیرہ قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (فتاوی محمودیہ:۱۵۸/۱۸)

وأما الهدية للمشركين وأهل الكتاب وقبول هدايا هم، فكل

ذالك جـائز إذا كانوا ذمة لنا و كذلك إذا كانوا أهل حرب و طمع فى اسلامهم، فهو مندوب إلى أن يؤلفهم فيقبل الهدية ويهدى إليهم وإذا لـم يـطـمـع فى اسلامهم فله أن يظهر معنى الغلظة والشدة عليهم برد الهدية۔ (اعلاه السنن: ١٥٢/١٦ كراتشى)

مسئلہ: زانیہ عورت نقدِ زنا سے دعوت وغیرہ کرے تو اس کی دعوت مالدار کے لئے قبول کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ اس چیز کا صدقہ کرنا ضروری ہے، ایسی چیزوں سے بچنا چاہیے ،اسی طرح سے جس کا پیشہ اور مال صرف حرام ہو اس کی دعوت سے بچنا نہایت اہم ہے۔ (فتاوی محمودیہ:۱۳۱/۱۸)

مسئلہ: ایسا ترکہ جس میں بالغ اور نابالغ کا حصہ ہے اور وہ تقسیم ترکہ سے پہلے دعوت کرے تو اس کی دعوت قبول کرنا جائز نہیں ہے، ہاں! اگر بالغین اپنے پاس سے یا اپنے حصے میں سے کھلائیں تو جائز ہے۔(فتاوی محمودیہ:۱۳۹/۱۸)

ويـكره اتحاذ الضيافة فى أيام المصيبة ..... فإن كان فى الورثة صـغيـر لـم يتـخـذوا ذلك مـن التركة. (فتاوى قاضيخان على هامش الهنديه: ٤٠٥/٣)

مسئلہ: مہمان کسی دوسرے کو میزبان کی اجازت سے کھانا کھانے بلائے تو درست ہے، ورنہ نہیں۔(فتاوی محمودیہ:۱۵۲/۱۸)

إذا كـان الـرجـل عـلـى مائدة: فناول غيره من الطعام المائدة إن عـلـم أن صـاحـبـه لايـرضى به لايحل له ذلك، وإن علم أنه يرضى فلا بأس به، وإن اشتبه عليه لايناول ولايعطى سائلا. (هنديه: ٣٤٤/٥)

مسئلہ: اگر مرتہن رہن کی آمدنی سے دعوت، ہدیہ وغیرہ دے تو لینا ناجائز ہے، اگر جائز آمدنی سے دے تو لینا درست ہے۔ (فتاوی محمودیہ:۱۸/۱۳۸)

الانتفاع به (أي بالمرهون) مطلقا لاباستخدام ولاسكنى، ولا لبس ولا إجارة ولا إعارة، سواء كان من مرتهن أو راهن إلا بإذن كل للاخر (شامی: ۱۰/۸۲، ۸۳)

مسئلہ: اکثر اہل تشیع اہل سنت والجماعت کو نجاست کھلا دیتے ہیں اس لیے ان کے گھر کا کھانا خلاف احتیاط ہے۔ (فتاوی محمودیہ:۱۸/۵۳)

ويقبل قول كافر ولو مجوسيا (فإن قال اشتريت اللحم من كتابى فيحل أو قال اشتريته من مجوسي فيحرم) ولا يرده بقول الواحد.

وأصله إن خبر الكافر مقبول بالإجماع فى المعاملات لافى الديانات وعليه يحمل قول الكنز ويقبل قول الكافر فى الحل والحرمة يعنى الحاصلين فى ضمن المعاملات لامطلق الحل والحرمة۔(الدرالمختار: ۹/۴۹۷)

مسئلہ: فاسق معلن کے گھر کا کھانا نہیں چاہیے، تاکہ اس سے معلوم ہو جائے کہ تم اس کے فسق سے راضی نہیں ہو، البتہ اس کی دعوت قبول کرنے سے اس کی اصلاح کی توقع ہو تو دعوت بھی قبول کی جائے۔ (فتاوی محمودیہ:۱۸/۶۰)

ولو دعى إلى وليمة فيها فسق يمتنع من الإجابة إن كان زجرالهم۔ (الملتقط فى الفتاوى الحنفية:۲۵۷، مكتبه حقانيه)

لايجيب دعوة الفاسق المعلن ليعلم أنه غير راضى بفسقه.

(هندية: ٥/ ٣٤٣)

عن عمران ابن حصين قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن إجابة طعام الفاسقين۔ (مشكوة: ٢٧٩)

مسئلہ: بے نمازی عورت کا کھانا درست ہے، البتہ اگر اس کو تنبیہ مقصود ہو تو نہ کھائے، اگر وہ پاکی کا اہتمام نہیں کرتی، اکثر ناپاکی میں ملوث رہتی ہے تو نہ کھانا احوط ہے۔ (فتاوی محمودیہ: ۱۸/ ۶۳)

ثم اعلم أنه إذا كان المنكر حراما، وجب الزجر عنه، وإذا كان مكروها ندب۔ والأمر بالمعروف أيضا تبع لما يؤمر به، فإن وجب فواجب، وإن ندب فندب۔ ولم يتعرض له في الحديث؛ لأن النهى عن المنكر شامل له. (مرقاة المفاتيح كتاب الآداب: ٨/ ٦٨٢)

صاحب فتاوی دارالعلوم زکریا حضرت مولانا مفتی رضاء الحق صاحب دامت برکاتہم حرام آمدنی والے کی دعوت وضیافت کی تفصیل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

جس شخص کے ذرائع آمدنی حلال وحرام دونوں طرح کے ہیں تو اس کی تفصیل ہے، اگر حلال آمدنی اور حرام آمدنی اس کے پاس الگ الگ ہیں، اپنے اخراجات کھانے، پینے، لباس وغیرہ میں حلال آمدنی استعمال کرتا ہے، اور اس کی بات پر اعتماد ہے، تو اس کے یہاں کھانا پینا جائز ہے اور حلال مال سے کہہ کر اگر ہدیہ تحفہ دیتا ہے تو اس کا لینا بھی جائز ہے، اور مخلوط ہو تو غالب کا اعتبار ہوگا۔

(المستفاد فتاوی دارالعلوم زکریا: ۶/ ۱۰۷) (المستفاد جواہر الفتاوی: ۳/ ۲۹۶)

مسئلہ: جو شخص فخر ونام آوری کی نیت سے کھانا وغیرہ کھلائے تو اس کا یہ کھانا

ریاکاری ہے اور فخر ہے، لہٰذا سخت گناہ ہے اس سے توبہ لازم ہے۔اور حدیث شریف میں ایسی دعوتوں سے احتراز کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔(فتاوی محمودیہ: ۱۸/۱۱۱)

یاأیها الذین آمنوا لاتبطلوا صدقاتکم بالمن والأذی. (بقرة: آیت:٢٦٤)

عن أبی هریرةؓ قال قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم: المتبّاریان لایجابان، ولایؤکل طعامهما. قال الإمام أحمد: یعنی المتعارضین بالضیافة فخرا ورياءً۔

(مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب الولیمۃ: ۲۷۹، قدیمی)

اگرکسی شادی یاتقریب میں انگریزی باجہ یا کھیل تماشہ ہوتو ایسی شادی میں شرکت نہیں کرنا چاہیے، دعوت بھی قبول نہ کی جائے، مگراس طعام کوحرام نہیں کہا جا سکتا کیونکہ اس کا مدار اصل مال کی حرمت پر ہے۔(فتاوی محمودیہ: ۱۸/۱۲۹)

قال القاریؒ: وفیه تصریح بأنه لایجاب دعوة فیها منکر، وفیه أنه لو کان منکرا إلا نکر علیها، ولکن نبه بالرجوع إلی أنه ترك الأولی۔ فإنه من زینة الدنیا وهی موجبة لنقصان الأخری.

(مرقاۃ المفاتیح: ۶/۳۷۴، کتاب النکاح، باب الولیمۃ)

غیر مسلم کا صدقہ یا ہبہ

غیرمسلم جو چیز کارخیر سمجھ کر خدا کے واسطے دے اور وہ مسلمان کے مذہب میں حلال ہو اس کا لینا اور کھانا درست ہے۔

اوراگرکوئی عارض ہو: مثلا یہ کہ وہ احسان جتلائے گا، عار دلائے گا، دباؤ ڈالے گا، یا بتوں کی نذرونیاز سے دے، تہوار کی تعظیم میں دے، اسی طرح جس چیز کے لینے سے تعلق قلبی کا اظہار ہو وغیرہ؛ تو ان تمام صورت میں غیر مسلم کا ہدیہ قبول نہ کرے۔

بہرصورت غیر مسلم شرعی طریقہ کے مطابق مسلمان کو ہدیہ دے تو اس کا قبول کرنا مسلمان کے لئے شرعا جائز ہے۔

ولابأس بطعام اليهود والنصارى من الذبائح وغيرها ..... ولا بأس بطعام المجوسى كله إلا الذبيحة فإن ذبيحتهم حرام. (هنديه: ٣٤٧/٥)

ولابأس بضيافة الذمى و إن لم يكن بينهما معرفة، وفى التفاريق لابأس بأن يضيف كافرا لقرابة أو لحاجة، ولا بأس بالذهاب إلى ضيافة أهل الذمة. (هنديه: ٣٤٧/٥)

ولو أهدى لمسلم ولم يرد تعظيم اليوم بل جرى على عادة الناس لايكفر وينبغى أن يفعله قبله أو بعده نفيا للشبهة. (الدرالمختار مع ردالمحتار: ٤٨٦/١٠)

وقبل من شخص علم أنه لا يقل صلابته وعزته فى حقه ولايلين بسبب قبول الهدية. (هنديه: ٣٤٨/٥)

والإعطاء باسم النيروز والمهرجان لايجوز: أي الهدايا باسم هذين اليومين حرام وإن قصد تعظيمه كما يعظمه المشركون يكفر.

(شامی: ۴۸۵/۱۰)

مسئلہ: ہندوؤں کے تہوار ہولی، دیوالی وغیرہ میں شریک ہونا ہرگز جائز نہیں، اس سے توبہ کرنا لازم ہے، کیونکہ وہ کبیرہ گناہ ہے، حتی کہ بعض فقہاء نے اس کو کفر لکھا ہے اور جو کھانا کچوری وغیرہ ہندو کسی اپنے ملنے والے مسلمان کو دیں اس کا نہ لینا بہتر ہے، لیکن اگر کسی مصلحت سے لے لیا تو شرعاً اس کھانے کو حرام نہ کہا جائے گا۔ اور جو مسلمان ہولی وغیرہ میں ہندو کی موافقت کی وجہ سے پکائیں تو اس سے ہرگز نہ لینا چاہیے۔ (فتاوی محمودیہ: ۳۳/۱۸۔۳۴)

قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم: من تشبہ بقوم فھو منھم. (مشکوۃ، کتاب اللباس: ۳۷۵، قدیمی)

ولو أھدی لمسلم ولم یرد تعظیم الیوم، بل جری علی عادۃ الناس، لایکفر، وینبغی أن یفعلہ قبلہ أو بعدہ نفیا للمشبھۃ، الخ۔ (الدرالمختار: ۴۸۶/۱۰)

لو اتخذ مجوسی دعوۃ لحلق رأس ولدہ، فحضر مسلم دعوتہ فأھدی إلیہ شیئا، لایکفر..... إن إجابۃ دعوۃ أھل الذمۃ مطلقۃ فی الشرع. (ردالمحتار، کتاب الکراھیۃ: ۴۸۶/۱۰)

مسئلہ: ہندو، چمار، بھنگی وغیرہ کے کھانے میں ناپاکی کا یقین یا ظن غالب ہو تو اس کا کھانا بالکل ناجائز ہے۔ اور اگر یہ معلوم ہے کہ اس میں کوئی ناپاکی نہیں تو اس کا لینا اور کھانا درست ہے۔ اور اگر کچھ علم نہ ہو تو چوں کہ یہ لوگ اکثر ناپاک رہتے ہیں اس لئے ان سے ایسی شئی نہیں لینی چاہیے۔ (فتاوی محمودیہ: ۵۵/۱۸۔۵۶)

ویکره الأكل والشرب فی أوانی المشركين قبل الغسل .... وهذا إذا لم يعلم بنجاسة الأوانی، فأما إذا علم فإنه لايجوز أن يشرب و يأكل .... ولا بأس بطعام المجوس كله إلا الذبيحة، فإن ذبيحتهم حرام. (الفتاوى العالمكيرية، كتاب الكراهية: ٣٤٧/٥)

مسئلہ: کسی ملازم کو کمپنی کی طرف سے دسہرہ اور دیوالی کے موقع پر کوئی مٹھائی وغیرہ دے اور وہ بتوں پر چڑھائی گئی ہو تو اس کا کھانا جائز نہیں، البتہ اسے بتوں پر نہ چڑھایا گیا ہو بلکہ اپنی تہوار کی خوشی میں دوست احباب کے لئے مٹھائی بنوائی ہو تو اس کا قبول کرنا اور کھانا درست ہے۔ (کتاب الفتاوی: ۱۹۸/۶)

ہیجڑے کا ہدیہ قبول کرنا

مخنث اکثر فسق و فجور اور لہو میں مشغول رہتا ہے، اس لیے ایسے ہیجڑے کی کمائی حلال اور طیب نہیں ہے، لہٰذا وہ اگر اپنے اس روپیہ میں سے کسی کو ہدیہ کرنا چاہے تو ایسے ہدیہ کا قبول کرنا درست نہیں ہے اس سے بچنا چاہیے۔

عموماً ہیجڑے کا روزگار ہے شکوک وشبہات پر مشتمل ہوتا ہے، یعنی لوگوں سے پیسے لیکر اپنے روزگار اسی طرح چلاتے ہیں، اس میں سے کچھ افراد بطور خوشی دیتے ہیں اور کچھ بطور جبر دیتے ہیں، بلکہ اکثر دینے والے اپنے پیسے بطور جبر دیتے ہیں۔ اس لیے جب تک مکمل تحقیق نہ کرلے تب تک اس کا ہدیہ قبول نہ کیا جائے۔

أهدى إلى رجل شيئا فإن كان الغالب هو الحرام ينبغي أن لا يقبل الهدية. (هنديه: ٣٤٢/٥)

ماحرم أخذه حرم إعطاؤه. (قواعد الفقه: ١١٥ ق: ٢٩١) (فتاوی قاسمیہ: ۲۴۱/۲۱)

غیر مسلم کو قرآن ھدیه میں دینے کا حکم

غیر مسلم کے دل میں اگر قرآن مجید کی عظمت ہو اور اس کی طرف سے بے ادبی و بے حرمتی کا اطمینان ہو تو قرآن مجید ہدیہ میں دینا جائز اور درست ہے، ممکن ہے کہ اسے ہدایت نصیب ہو جائے؛ لیکن اگر اس کے خلاف کا اندیشہ ہو تو دینا جائز نہیں ہے۔

فتاوی رحیمیہ میں ہے: اگر غیر مسلم کے دل میں قرآن مجید کی عظمت ہو اور اس کی طرف سے اس بات کا اطمینان ہو کہ وہ اس کی بے ادبی نہیں کرے گا تو اس کو قرآن مجید دینا جائز ہے، ممکن ہے کہ اس کو ہدایت نصیب ہو جائے، مگر اس کو یہ ہدایت کر دی جائے کہ یہ اللہ کا مقدس کلام ہے، ناپاکی کی حالت میں اس کو چھونا اس کی عظمت کے خلاف ہے، لہٰذا ناپاکی کی حالت میں ہو تو غسل کر کے ورنہ وضو کر کے اس کا مطالعہ کیا جائے، اس کو وضو اور غسل کا طریقہ بھی بتلا دیا جائے، اس سے اس کے دل میں قرآن مجید کی عظمت پیدا ہو گی، ان شاء اللہ۔ غیر مسلم مکلّف بالاعمال نہیں ہے مگر قرآن مجید کو بے ادبی حرمتی سے محفوظ رکھنا ہم پر ضروری ہے، اسی بنا پر اگر بے حرمتی کا خطرہ ہو تو کافروں اور دشمنوں کے ملک میں قرآن شریف لیجانے سے حدیث شریف میں منع فرمایا ہے، مبادا کہ ان کے قبضے میں قرآن مجید آجائے اور وہ اس کی بے حرمتی کریں۔ (المستفاد فتاوی رحیمیہ: ۶/۲۸۳)

عن عبداللہ بن عمرؓ عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم أنه کان ینھی أن یسافر بالقرآن إلی أرض العدو مخافة أن یناله العدو۔ (رواہ مسلم: ۱۳۱/۲، باب النھی ان یسافر بالمصحف)

ویمنع النصرانی من مسه وجوزه محمد إذا اغتسل ولا بأس بتعليمه القرآن والفقه عسى يهتدی (وفی بعض النسخ الكافر) (درمختار مع الشامی: ۳۲۱/۱)

قال النووی فی 'المجموع' قال أصحابنا: لایمنع الكافر سماع القرآن ويمنع مس المصحف وهل يجوز تعليمه القرآن ؟ ينظر إن لم يرج إسلامه لم يجز، وان رجى جازفی أصح الوجهين انتهى. (المجموع: ۸۵/۲)

غیر اسلامی تقریبات پر ھدایا کا حکم

کرسمس اور دیگر غیر اسلامی تقریبات کے موقعوں پر اگر ان کے دین کی تعظیم مقصود نہ ہو بلکہ ظاہری دوستی یا ظاہری تعلقات نبھانا مقصود ہو تو تحفے تحائف دینے کی گنجائش ہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ کرسمس کے دن نہ دے بلکہ آگے پیچھے دیدے۔

امداد الفتاوی میں حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی ضرر دینی نہ ہو تو کفار مصالحین سے ہدایا کا لین دین جائز ہے۔ (فتاوی دار العلوم زکریا: ۵۸۳/۵)

ولو أهدى لمسلم ولم يرد تعظيم اليوم بل يجرى على عادة الناس لا يكفر و ينبغی أن يفعله قبله أو بعده نفيا للشبهة. (ردالمختار: ۴۸۶/۱۰)

ملازموں کوملنے والا بونس (Bonus)

بعض کمپنیاں، ادارے اور دفتروں کے ذمہ داران اپنے یہاں کام کرنے والے ملازمین کو سال کے آخر میں بونس کے نام سے ایک رقم دیتے ہیں جو در

حقیقت سال بھران کی حسن کارگردگی کا انعام ہوتا ہے،اس کا لینا اور اپنے استعمال میں لانا شرعا جائز اور درست ہے، یہی حکم سرکاری بونس کا ہوگا، کیونکہ حکومت اپنے قانون کے تحت تنخواہ کے جزء پر اضافہ کر کے اپنے ملازم کو دیتی ہے جو ملازم کے لئے حلال و پاک ہے۔

مافی تنویر الأبصار مع الردالمختار: الهبة هی شرعا تمليك العين مجانا أي بلاعوض و سببها إرادة الخير للواهب، و ينوی كعوض و محبة و حسن ثناء. (شامی:٤٨٨/٨، البحرالرائق:٤٨٣/٧)

الهبة وهی العطية الخالية عن تقدم الاستحقاق وهی أمر مندوب، وصنيع محمود محبوب، وقبولها سنة فانه ﷺ قبل هدية العبد. (الاختيار لتعليل المختار:٥٢٣/٢، الهبه)

وفی التاتارخانية: الهبة هی التبرع بما ينتفع الموهوب له. (تاتارخانية:٤١٣/١٤)

ما كان على وجه التبرع يستوی فيه الغنی والفقير. (قواعد الفقه:١١٦ق:٢٩٧) (اهم مسائل :٣٢١/٣)

حضرت مولانا مفتی یوسف لدھیانویؒ مزدور کو مالک کی طرف سے دیے جانے والے بونس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: مالک خوشی سے دے تو جائز ہے۔ (آپ کے مسائل اوران کا حل: ۲۴/۷)

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں: کسی شخص کو اس کے مقررہ معاوضے سے زائد رقم دینا شرعا جائز بلکہ مستحب ہے۔

عن أبی هریرةؓ کال لرجل علی النبی ﷺ سن من الإبل فجاء یتقاضاه ، فقال اعطوه ، فطلبوا سنه فلم یجدوا له إلا سنا فوقه ، فقال اعطوه ، فقال أوفیتنی أوفی الله لك، قال النبی ﷺ إن خیارکم أحسنکم قضاءً ۔ (بخاری شریف : ۱/ ۳۲۲ ،باب أحسن القضاء)

آپ کے مسائل اوران کا حل: ۲۴۰/۷)

حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی تحریر فرماتے ہیں: (بونس) شرعا ہبہ اور ہدیہ ہے،جس کا دینا بھی جائز ہے اور لینا بھی، بلکہ دینا تو بعض صورتوں میں مستحب بھی ہے۔(کتاب الفتاوی:۱۰/ ۱۲۹)

پنشن کا حکم

(۱)اگر کسی شخص کوحکومت یا بینک کی ملازمت سے رٹائرڈ ہونے کے بعد جو پنشن کا پیسہ مل رہا ہے وہ بلاشبہ جائز ہے، اس لئے کہ پنشن حکومت کی جانب سے ایک طرح کا تعاون اور عطیہ ہے جس کے لینے میں کوئی حرج نہیں،لہٰذا اس کے گھر کا کھانا بھی حلال ہوگا۔

اختلف الناس فی أخذ الجائزة من السلطان قال بعضهم: یجوز مالم یعلم أنه یعطیه من حرام قال محمد: وبه نأخذ مالم نعرف، شیئا حراما بعینه۔ (هندیه: ۵/ ۳٤۲)

أن عمر بن الخطابؓ کان یعطیه العطاء ولایزکیه. (المصنف لابن ابی شیبة:٦/ ۵۲۸)

(۲) پنشن کا مالک وہی شخص ہوگا جس کے نام پنشن سرکار کی طرف سے

جاری ہوتی ہے، جیسے کہ بیوی۔

فتاوی قاسمیہ میں ہے: پنشن دو وجہوں سے میراث میں شامل نہیں ہوسکتی۔

[۱] عمر بھر کی پنشن کا سارا پیسہ اکٹھے یک مشت نہیں مل سکتا۔

[۲] بیوی کب تک زندہ رہے گی، کسی کو معلوم نہیں، اور بیوی جب تک زندہ رہے گی اس کے نام سے پنشن کا پیسہ من جانب سرکار آتا رہتا ہے، لہٰذا کتنی مقدار پنشن کا پیسہ ہے وہ معلوم اور متعین نہیں، اور میراث کا معلوم و متعین ہونا ضروری ہے، اسی لیے ملازم کی موت کے بعد جو پنشن اس کی بیوی کے نام سے جاری ہوتی ہے وہ میراث نہیں بن سکتی، وہ بیوی کے ساتھ خاص ہے، جب تک وہ زندہ رہے گی سرکار اسی کو دیتی رہے گی، لہٰذا پنشن کا پیسہ تنہا بیوی کا حق رہے گا۔ وارثین کا حق اس سے متعلق نہیں ہوگا۔ مستفاد: فتاوی محمودیہ، میرٹھ ۳۰/۱۹۳، امداد الفتاوی :۴/۳۴۲، فتاوی دارالعلوم: ۱۷/۵۳۴۔ (فتاوی قاسمیہ: ۲۵/ ۲۳۸)

غیر محرم کا تحفہ

یوں تو ایک مسلمان کیا؟ ہر انسان کا تحفہ قبول کرنا جائز ہے، البتہ اگر کسی عورت کو اندیشہ ہو یا مال حرام ہونے کا گمان ہو تو تحفہ نہ قبول کرنا بھی درست ہے، کسی عورت کے غیر محرم سے تحفہ کے قبول کرنے میں بعض اوقات فتنہ کا اندیشہ ہوتا ہے اور جن لوگوں کا ذہن بیمار ہوتا ہے وہ اس کی وجہ سے غلط امیدیں قائم کر سکتے ہیں، اس لیے عورت کو اپنے سرپرستوں کی اجازت کے بغیر ایسا کوئی تحفہ ہر گز قبول نہیں کرنا چاہیے۔ (کتاب الفتاوی: ۶/ ۳۰۵)

قرآن کریم کے ختم پر استاذ کو تحفے دینا

اگر کسی بچہ نے قرآن پاک ناظرہ یا حفظ مکمل کرلیا تو قرآن کریم کی تکمیل کے موقع پر بچے کے والدین اپنی خوشی سے جو تحفے استاذ کو دیتے ہیں وہ دراصل استاذ کی طرف سے بچے پر کی گئی محنت کی قدردانی کا اظہار ہے، اس لئے اس موقع پر ان تحائف کا لین دین شرعاً درست ہے، امام ابوحنیفہؒ کے صاحبزادے حماد جب سورۂ فاتحہ پڑھنے کے قابل ہوگئے تو امام صاحب نے ان کے استاذ کی خدمت میں بکمالِ شکریہ ایک خطیر رقم پیش کی، اور فرمایا کہ اگر ہمارے پاس اس وقت مزید گنجائش ہوتی تو ہم مزید عطا کرتے۔

إن أبا حنيفة حين حذق حماد ابنه سورة الحمد وهب للمعلم خمس مائة درهم، وفي رواية --- ألف درهم --- فقال المعلم: ماصنعتُ حتى أرسل إليّ هذا فأحضره واعتذر اليه فقال: لاتستحقر ماعلمت ولدي والله لو كان معنا أكثر من ذلك لدفعناه إليك تعظيما للقرآن. (عقود الجمان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنيفة النعمان: ۲۳۳)

(دینی مسائل اوران کا حل: ۲۸۱، فرید بکڈپو)

شادی کے موقع پر ھدیہ دینا

شادی کے موقع پر ولیمہ کے وقت جب مہمان کھانے سے فارغ ہوتے ہیں تو ہدیۃً کچھ رقم یا سامان ایک کاتب جو ٹیبل پر قلم کاغذ لے کر بیٹھا رہتا ہے، دیتے ہیں جسے وہ لکھ لیتا ہے اور وہ ہدیہ میزبان کو بعد میں دے دیا جاتا ہے، جس سے بیچارے میزبان کا ولیمہ کا کچھ خرچ باورچی وغیرہ کی اجرت وغیرہ ادا ہو جاتی ہے، تو

اس کی حیثیت بجز رسم ورواج کے کچھ نہیں، بسا اوقات برادری کے زور یا رسوائی کے خوف سے دیا جاتا ہے، نیز اس میں غیر مسلموں کے ساتھ تشبہ بھی ہے، اس لیے ناجائز ہے۔ لایحل مال امرإٍ مسلم إلا بطیب نفس منه، رواه البیهقی ۔ (مشکوۃ: ۲۵۵) اگر کوئی آدمی ریاکاری، نام نمود وغیرہ سے بچکر چپکے سے بطور اعانت دیتا ہے، تو شرعا درست بلکہ مستحسن ہے۔ (ماخوذ از فتاوی محمودیہ: ۲۸۱/۸) (محمودُ الفتاوی: ۳۶۹/۷، ۳۷۰)

فتاوی عبدالغنیؒ میں ہے:

شادی یا غمی وغیرہ موقعوں پر ایک دوسرے کو پیسہ لینا دینا منع ہے، غیر مسلموں کا رواج ہے، اور یہ ایک قسم کا قرض ہے، اگر اس کو واپس نہ دیا جائے تو دل میں ایک قسم کی کدورت پیدا ہوتی ہے، للہ (پیسہ لیے بغیر) کھانا کھلایا جائے، خوشی سے اگر کوئی دے تو حرج کی بات نہیں۔ (فتاوی عبدالغنی: ۳۰۹)

حادثہ کی صورت میں حکومت کی طرف سے عطیہ

جن ممالک میں اسلامی ضابطہ اور شرعی اصول کی رعایت نہیں ہوتی ہے، ان ممالک میں حادثات کے موقع پر یا ایکسیڈینٹ کے موقع پر منجانبِ حکومت جو تعاون کیا جاتا ہے وہ اصول شریعت کے مطابق کس خانہ میں آئے گا یہ مسئلہ زیادہ اہمیت کا حامل ہے، اس لئے ان ممالک میں منجانب حکومت تعاون کرنے کا خاص اصول بھی نہیں ہے، جیسے ہمارے ہندوستان میں تعاون دینے کا دستور تو ہے، لیکن اس کا کوئی معیار متعین نہیں ہے کہ ہر مرنے والے کیلئے کتنا دیا جائے گا جو اس کے

پسماندگان کو ملے گا، اسی طرح ہر زخم خوردہ کو کیا ملے گا اور اس کے علاج کا خرچہ کس طرح ادا ہوگا، اس قسم کا کوئی ضابطہ یا تعامل متعین طور پر مقرر نہیں ہے، بلکہ کیف ما اتفق جیسا آدمی ہو یا جیسا موقعہ ہو یا جیسی حیثیت ہو اس اعتبار سے تعاون کیا جاتا ہے، مثلاً کبھی کسی کیلئے پچاس ہزار اور کبھی کسی کیلئے ایک لاکھ یا ڈیڑھ لاکھ اور دو لاکھ کا بھی اعلان ہوتا ہے، لیکن اگر اجتماعی ہلاکت کا واقعہ پیش آجائے مثلا دس بیس یا سو پچاس افراد ایک ساتھ ہلاک ہو جائیں تو بچے بوڑھے شادی شدہ غیر شادی شدہ سب کیلئے یکساں رقم کا اعلان ہو جاتا ہے، کبھی مخصوص وارثین کے نامزد تعاون کا اعلان کیا جاتا ہے، مثلاً مرنے والے کی بیوی کیلئے یا اسکے بچوں کیلئے۔ اور کبھی نامزد کئے بغیر اعلان ہوتا ہے کہ جس میں مرنے والے کے قریبی رشتہ داروں کا تعاون کرنا مقصود ہوتا ہے، تو ایسے الجھے ہوئے معاملات کو شریعت کے کس ضابطہ کے دائرہ میں مانا جائے تو اس سلسلے میں منجانبِ حکومت اعلان کی دو شکلیں ہمارے سامنے ہیں:

شکل (ا) حکومت مخصوص وارثین کیلئے نامزد تعاون کا اعلان کرے، مثلا مرنے والے کی بیوی اور اس کے بچے جن کی کفالت اور اخراجات کی ذمہ داری مرنیوالے نے اپنی زندگی میں لے رکھی تھی، ایسے پسماندگان کے لئے جب نامزد اعلان ہو جائے تو ایسی صورت میں بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ منجانب حکومت ملنے والی رقم انہی نامزد لوگوں کے حق میں مخصوص تعاون اور مدد شمار ہوگی۔ اور انہی کے درمیان برابر برابر تقسیم ہو جائے گی۔ اور نابالغ بچوں کے حصے بینک بیلنس وغیرہ

کے ذریعہ سے محفوظ کر لئے جائیں۔اسی طرح اگر مرنے والی عورت ہے، اوراس کے شوہراور بچوں کے نامزد تعاون کا اعلان ہوتو وہ انہی کا حق ہوگا۔اسی طرح اگر مرنے والا غیر شادی شدہ ہے، یا شادی شدہ ہے، مگر میاں بیوی کے درمیان تعلقات خراب ہونے کی وجہ سے دونوں الگ الگ رہتے ہوں، تو ایسی صورت میں مرنے والے کے ماں باپ کے نامزد تعاون کا اعلان ہوتا ہے تو ماں باپ ہی اس کے حقدار ہوں گے۔ فتاوی رحیمیہ میں حضرت مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ نے مطلقاً یہی لکھا ہے کہ جن لوگوں کے نام سے وہ رقم حکومت دیتی ہے صرف انہی لوگوں کو ملے گی۔ دوسروں کو نہیں ملے گی۔اس کا مطلب یہی ہے کہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب حکومت نے نامزد تعاون کا اعلان کردیا ہو۔ (فتاوی رحیمیہ :۱۰/۵۲۴، ۱۰/۵۳۲)

اوراس مسئلہ میں دوسرے علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ امدادی رقم بحکم دیت ہوگی۔تمام شرعی ورثاء کا اس میں میراث کی طرح شرعی حق متعلق ہوگا۔ چنانچہ فتاوی رحیمیہ ۱۰/۵۲۴ کے نیچے حاشیہ میں حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالنپوری دامت برکاتہم نے تحریر فرمایا ہے کہ اس مسئلہ میں دوسری رائے یہ بھی ہے کہ وہ امدادی رقم بحکم دیت ہے۔اور تمام شرعی ورثاء کا حق ہے؛ کیونکہ یہ رقم فسادیا سنگین حادثہ میں ہلاک ہونے والے ہر شخص کو یکساں ملتی ہے، خواہ وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ اور خواہ وہ بالغ ہو یا بچہ۔ (حاشیہ فتاوی رحیمیہ :۱۰/۵۲۴) اس رائے کی تائید یوں بھی زیادہ ہوتی ہے کہ حکومت کا یہ تعاون اصل کے اعتبار سے میت ہی کیلئے ہے،اس لئے کہ سنگین حادثہ میں مرنے والوں کے ساتھ جو لوگ زخم

خوردہ ہوکر زندہ رہتے ہیں ان کے لیے بھی تعاون کا اعلان ہوتا ہے، وہ انہیں زخم خوردہ لوگوں کو ملتا ہے جو حادثہ کے شکار ہوتے ہیں، ان کے ورثاء اور اولیا میں سے کسی کو نہیں ملتا؛ اب اگر اس رقم کے مل جانے کے بعد زخم خوردہ شخص مر جاتا ہے تو ملی ہوئی رقم اس کے وارثین کے درمیان شرعی حصوں کے اعتبار سے تقسیم ہو جائے گی ،اسی طرح مرنے والوں کیلئے جس رقم کا اعلان ہوتا ہے وہ بھی مرنے والے کے واسطے سے پسماندگان کو منتقل ہوتی ہے، اس لئے یہ رقم اگرچہ مقدار کے اعتبار سے شرعی دیت نہیں ہے، لیکن بحکم دیت تسلیم کرلی جائے گی اور دیت کا حکم یہی ہے کہ وہ شرعی وارثین کے درمیان تقسیم ہو جائے ،اس سیاہ کار کے نزدیک بھی یہی رائے زیادہ راجح ہے۔ نیز پہلی رائے کو راجح قرار دینے میں کبھی ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ مرنے والے کے بعض اولیاء زیادہ چالاک ہوں اور وہ اپنی چالاکی سے اپنے نام سے رقم نکالکر قبضہ کرلیں۔ اور مرحوم کے اصل وارث جو کمزور بے سہارا ہوں وہ محروم رہ جائیں اس نقصان کی وجہ سے بھی دوسری رائے کو ترجیح دینا زیادہ مناسب ہے۔

شکل (۲) دوسری شکل یہ ہے کہ حکومت نامزد اعلان نہ کرے، بلکہ اس کے وارثین اور پسماندگان کے لئے مطلق اعلان کردے پھر اس کے بعد اس کے پسماندگان اور قریب ترین رشتہ داروں کو ترجیح دینے کے لئے تحقیق شروع کرے، تو ایسی صورت میں ملنے والی رقم اس کے شرعی ورثاء کے درمیان شرعی حصوں کے اعتبار سے تقسیم ہو جائے گی۔ اور یہ شریعت کے اس ضابطہ کے دائرہ میں داخل ہو جائے گا کہ جس میں اس بات کی وضاحت ہے کہ ایکسیڈنٹ کے نتیجے میں ایک

جانب کے لوگ ہلاک ہوجائیں، مرنے والے کے اولیاء سے دوسری جانب کے لوگ صلح علی المال کرلیں، وہ مال کم ہو یا زیادہ، تو ایسی صورت میں صلح بھی صحیح ہو جاتی ہے اور وہ مال بحکم دیت ہوکر وارثین کے درمیان تقسیم ہوجاتا ہے۔ یہ مسئلہ حدیث اور فقہ کی حسبِ ذیل عبارات سے مستفاد ہوتا ہے۔

(١) عن إبراهيم عن علی فی الفارسين يصطدمان قال يضمن الحی دية الميت. (نصب الراية:٣٨٦/٤)

(٢) عن الحكم عن علی فی فارسين اصطدما فمات أحدُهما أنه يضمن الحی للميت (مصنف ابن ابی شيبه:حديث:٧٦٨٢)

(٣) وإذا اصطلح القاتل وأولياء القتيلِ علی مالٍ سقط القصاص ووجب المال قليلاً كان أو كثيرا (هدايه: ٤٥٥/٤)

حضرت ابراہیم حضرت علیؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ ان دوسواروں کے متعلق جن کے درمیان ایکسیڈنٹ واقع ہوجائے کہ حضرت علیؓ نے یہ فیصلہ فرمایا کہ زندہ رہنے والا مرنے والے کا ضمان وتاوان ادا کرے۔

حضرت حکم حضرت علیؓ سے ایسے دوسواروں کے بارے میں نقل فرماتے ہیں جن کا آپس میں ایکسیڈنٹ ہوجائے تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ زندہ رہنے والا مرنے والے کی دیت ادا کرے گا۔

اور جب قاتل ومقتول کے اولیاء کے درمیان مخصوص مال پر صلح ہوجائے تو قصاص ساقط ہوجاتا ہے اور مال واجب ہوجاتا ہے مال کی مقدار کم ہو یا زیادہ۔

(انوارِ رحمت: ۳۵۰ تا ۳۵۳)

فہرست مآخذ و مراجع

نمبر	کتاب	مصنف	مکتبہ
۱	قرآن کریم	----	----
۲	بخاری شریف	محمد ابن اسماعیل البخاری	ملت دیوبند
۳	مسلم شریف	مسلم ابن حجاج القشیری	فیصل بکڈپو
٤	ترمذی شریف	محمد ابن عیسی ابن سورہ الترمذی	فیصل بکڈپو
٥	مشکوۃ المصابیح	الامام المحدث محمد بن عبداللہ الخطیب التبریزی	بلال دیوبند
٦	سنن ابوداؤد	سلیمان بن الاشعث ابی داؤد السجستانی	مکتبہ ملت دیوبند
۷	اعلاء السنن	علامہ ظفر احمد عثمانی	ادارۃ القرآن والعلوم کراچی
۸	در مختار	محمد ابن علی المعروف بالحصکفی	زکریا بکڈپو
۹	حاشیہ ابن عابدین	محمد امین الشہیر بابن عابدین	زکریا بکڈپو
۱۰	بدائع الصنائع	علاء الدین ابوبکر بن سعود الکاسانی	زکریا بکڈپو
۱۱	شرح مجلۃ الاحکام	علی حیدر	دارالکتب العلمیہ بیروت لبنان
۱۲	تکملہ فتح الملہم	مفتی محمد تقی عثمانی	مکتبہ دارالعلوم کراچی
۱۳	شرح المجلہ	خالد اتاسی	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۱٤	مجمع الأنہر	شیخ محمد ابن سلیمان	مکتبہ غفاریہ کوئٹہ
۱٥	مبسوط	شمس الدین سرخسی	دارالمعرفہ بیروت لبنان
۱٦	البحر الرائق	ابن نجیم المصری	زکریا دیوبند
۱۷	منحۃ الخالق	ابن عابدین شامی	زکریا دیوبند

۱۸	تبیین الحقائق	جلال الدین بن یوسف زیلعی	زکریا دیوبند
۱۹	الموسوعة الفقهیه	----	وزارۃ الاوقاف کویت
۲۰	فقه البیوع	مفتی تقی عثمانی	دارالمعارف دیوبند
۲۱	الفتاوی التاتارخانیه	ابن الاعلاء الندرپتی	زکریا دیوبند
۲۲	الفتاوی الهندیه	مرتبہ عہداورنگ زیب	داراحیاء التراث بیروت
۲۳	ہدایہ	علامہ برہان الدین بالمرغینانی	بلال دیوبند
۲٤	بزازیہ علی ہامش الهندیہ	محمدابن محمدکردری	رشیدیہ کوئٹہ
۲۵	موطاامام مالک	الشهیر بعبد اللہ مالک بن انس بن مالک	مکتبہ ملت دیوبند
۲٦	الفقه السلامی و أدلتہ	ڈاکٹر وہبہ زحیلی	الهدی انٹرنیشنل دیوبند
۲۷	فتح القدیر	کمال ابن ہمام	زکریا دیوبند
۲۸	تقریرات رافعی	علامہ رافعی	زکریا دیوبند
۲۹	فتاوی قاسمیه	مفتی شبیراحمد صاحب قاسمی	اشرفیہ دیوبند
۳۰	فتاوی محمودیہ	مفتی محمودالحسن گنگوہی	ادارۃ الصدیق ڈابھیل
۳۱	محمود الفتاوی جدید	حضرت مفتی احمد صاحب خانپوری	جامعہ علوم القرآن جمبوسر
۳۲	فتاوی دارالعلوم زکریا	مفتی رضاءالحق صاحب	زمزم پبلی شرزکراچی
۳۳	قاموس الفقه	مولانا خالدسیف اللہ صاحب	نعیمہ دیوبند
۳٤	المجموع	ابی زکریا محی الدین بن شرف نووی	داراحیاء التراث
۳۵	فتاوی عبدالغنی	حضرت مفتی عبدالغنی کاویؒ	جامعہ علوم القرآن جمبوسر
۳٦	قواعد الفقه	محمدعمیم الاحسان المجد دی	دارالکتاب دیوبند

۳۷	کتاب الفتاوی	مولانا خالد سیف اللہ صاحب	
۳۸	المصنف لابن ابی شیبہ	الامام ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ	المجلس العلمی
۳۹	المدخل الفقهی العام	شیخ مصطفیٰ الزرقاء	
٤٠	التصحیح والترجیح	الشیخ قاسم بن قطلوبغا	دارالکتاب العلمیۃ بیروت
٤١	المسائل المہمۃ فیما ابتلت بہ العامۃ	حضرت مولانا غلام محمد وستانوی	جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا
٤٢	کنز العمال	علامہ علاؤالدین علی مشتقی بن حسام الدین	ادارۃ تالیفات اشرفیہ ملتان
٤٣	مظاہر حق	علامہ نواب محمد قطب الدین خاں دہلوی	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
٤٤	المختصر القدوری	ابوالحسن احمد بن محمد ابوبکر	ادارۂ فیصل دیوبند
٤٥	مجموعہ قوانین اسلامی	ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن	ادارۂ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد
٤٦	فتاوی رحیمیہ	مفتی سید عبدالرحیم لاجپوری	مکتبہ رحیمیہ سورت، گجرات
٤٧	انوار رحمت	مفتی شبیر احمد قاسمی	فیصل کتب دہلی
٤٨	القول المختار فی مسائل القدوری والاختیار	مفتی بہاءالدین صاحب	جامعہ علوم القرآن جمبوسر
٤٩	مجموعہ قوانین اسلامی	مسلم پرسنل لابورڈ، انڈیا	آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ
٥٠	احکام الترتیب	مفتی ابرار آنکلاوی، مفتی احمد ہرن گامی	جامعہ علوم القرآن جمبوسر
٥١	دینی مسائل اور ان کا حل	مفتی سلمان منصور پوری	فرید بک ڈپو

شعبۂ تدریب الافتاء، جامعہ جمبوسر؛ سے تکمیل کرنے والے طلبہ کے سندی مقالات

(۱) پرویزی جماعت اوراس کے بانی غلام احمد پرویز(گجراتی)
مفتی ہاشم مانگرولی۔

(۲)مسائل زلۃ القاری۔(اردو)
مفتی اکرم سوجتروی، مفتی محسن ماتروی

(۳)مسائل مزارعت۔(اردو)
مفتی ساجد بورسدی۔

(۴)احکام الترتیب۔(اردو)
مفتی ابرارالحق آنکلاوی، مفتی احمد ہرن گامی۔

(۵)احکام الوالد۔(اردو)
مفتی طلحہ ایم. پی.۔مفتی ارقم احمدآبادی۔

(۶)القول المختار فی مسائل القدوری والاختیار۔(اردو)
مفتی بہاءالدین دہلوی۔

(۷)احکام الام۔(اردو)
مفتی اظہرالدین پنجابی۔مفتی طلحہ چھوٹاادیپوری۔

(۸)اجارہ اوراس کی جدیدصورتوں کے احکام۔(اردو)
مفتی زیداحمدآبادی۔

(۹)احکام الہبۃ۔(اردو)
مفتی محمدصدیق بن فیصل کڈی۔

(۱۰)احکام الوقف۔
مفتی فیضان بن سلیم مہوا۔